ماہنامہ
المرشد
چکوال

اپریل
2004ء

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الكريم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

نہتے فلسطینیوں کے قتل عام پر انسانی حقوق کے علمبردار کیوں خاموش ہیں؟

المُرشد

ماہنامہ چکوال

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اپریل 2004ء صفر/ربیع الاول 1425ھ

جلد نمبر 25 ✻ شمارہ نمبر 9

مدیر ——— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

حافظ عتیق الرحمن ✻ اعجاز احمد اعجاز

سرکولیشن مینیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1- (اداریہ)	محمد اسلم	3
2- نقشِ کفِ پائے رسولؐ	امیر محمد اکرم اعوان	4
3- محاسبہ کی گھڑی	امیر محمد اکرم اعوان	10
4- ایک خواب اور اُس کی تعبیر	ادارہ	18
5- محبت پیدا کرو	امیر محمد اکرم اعوان	20
6- انسانی حقوق اور معرفت رسول	امیر محمد اکرم اعوان	28
7- شب بیداری	امیر محمد اکرم اعوان	36
8- من الظلمت الی النور	ڈاکٹر غلام حسین	42
9- دورِ غلامی کی باقیات	آسیہ اسد اعوان	44
10- اللہ کا فضل	دانشور اشفاق احمد	47
11- مجاہدوں کا حاصل	امیر محمد اکرم اعوان	51

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ-یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس ـ لاہور 042-6314365

ناشر- پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد اے-ٹی-ایم-بلڈنگ، پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد- فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المُرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور- فون 042-5182727

اسرار التنزیل

غیر اللہ کا سجدہ

سجدہ عبادت شرک ہے اور ہمیشہ حرام رہا ہے پہلی شریعتوں میں تعظیم کے لئے سجدہ جائز تھا جو شریعت محمدی میں حرام ہوا ہے اگر کوئی عبادت کی نیت سے سجدہ کرے گا کافر ہوگا اور تعظیم کے لئے کریگا۔ تو فعل حرام کا مرتکب ہوگا نیز دہریوں کی طرح سورج چاند اور شب و روز یا موسموں کے اثرات ہی مستقل سبب مان لینا بھی ایک طرح سے انہیں سجدہ عبادت کرنا ہی ہے۔ فرمایا اس سب سے بچو اور اس ذات کو سجدہ کرو جو ان سب کو یہ کمال عطا کرتی ہے ان کی خالق ہے یہی اس کی عبادت کا راستہ ہے یعنی ان تمام سائنسی تحقیقات کا حاصل عظمت الٰہی کا شعور و ادراک ہو۔ اور اگر کوئی اپنی جہالت سے اللہ کو سجدہ کرنا اپنی کسر شان سمجھے یا اس کی اطاعت میں اپنی سبکی خیال کرتا ہو تو اللہ کی بارگاہ میں تو سجدہ کرنے والے بے شمار فرشتے بھی ہیں جو شب و روز اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کبھی تھکتے تک نہیں۔ اسے سجدوں کی کمی نہیں یہ انسان کی ضرورت ہے کہ عبادت کرے اور دیکھ کہ زمین کس طرح مردہ ہو جاتی ہے اور دبی پڑی ہوتی ہے مگر اللہ اس پہ بارش برساتا ہے تو پھولنے لگتی ہے اور بے شمار نباتات اور چارہ سبزہ جس کا نشان تک مٹ چکا ہوتا پھر تر و تازہ ہو کر نکل آتا ہے یقیناً جو اللہ اس سب کو تمہاری نظروں کے سامنے زندگی عطا کرتا ہے وہی مردوں کو میدان حشر میں زندہ کر دے گا کہ بے شک وہ ہر شے پہ قادر ہے اور جو لوگ یہ طریقہ اپناتے ہیں کہ بظاہر تو قرآن کو مان لیں مگر اس کے معانی میں ایسی تاویل کریں جو مفہوم ہی بدل دے اور یوں الحاد سے اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتے ہوں وہ اللہ سے چھپے ہوئے نہیں۔ فمن اظلم ۔ حٰم السجدہ

اداریہ: شیخ احمد یاسین کی شہادت

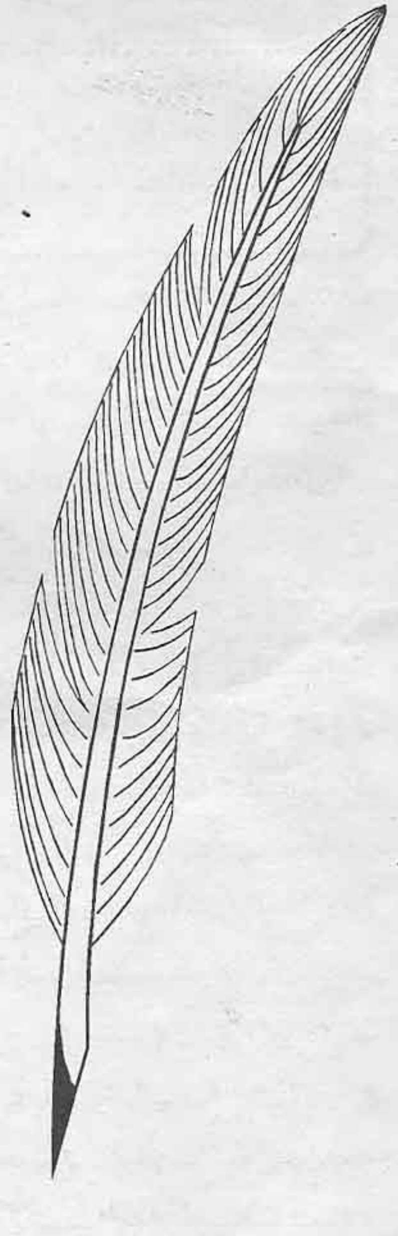

وہ شخص جو چلنے پھرنے سے معذور تھا.......... جو حرکت کرنے پر بھی بے بس تھا.......... جس کی نظر بھی کمزور تھی.......... اور جو ویل چیئر پر زندگی گزار رہا تھا.......... اس کے باوجود اس شخص کا عزم جواں تھا اس کے نظریات وخیالات کی تاب اسرائیلی حکومت کو نہ تھی.......... وہ اسے اپنے راستے کا پتھر سمجھتے تھے.......... پھر ایک صبح ظالم اسرائیلی درندوں نے انہیں اس وقت شہید کر دیا جب وہ نماز فجر ادا کر کے واپس جا رہے تھے۔..........

انا للہ وانا الیہ راجعون..

بھلا کون سمجھائے ان ظالموں کو.......... ایسی شہادتوں سے آزادی کی تحریکیں کبھی ختم ہوا کرتی ہیں؟.......... ایسی شہادتوں سے عزائم کبھی سرد ہوا کرتے ہیں؟.......... ایسی شہادتوں سے کبھی قومیں پسپائی اختیار کرتی ہیں؟

65 سالہ شیخ احمد یاسین اگر آج ہم میں نہیں.......... مگر ان کی تحریک حماس پورے عزم وجرات اور حوصلہ سے موجود ہے۔

اسرائیل اپنے آقا امریکہ کی شہہ پر جتنی مرضی دہشت گردی کر لے.......... جتنے مرضی فلسطینیوں کو شہید کر دے۔.......... ان کے مکانات تباہ کر دے.......... مگر فلسطینی آزادی لے کر رہیں گے.......... اپنا حق لے کر رہیں گے۔ انشاء اللہ آزادی کی سحر ضرور طلوع ہوگی.......... اور یہ خون شہیداں رنگ لائے گا۔

نقشِ کفِ پائے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

عقائد، اخلاقیات، کردار، خرید وفروخت، دوستی دشمنی، تعلقات، حکومت، سیاست کونسی بات ہے جہاں نقشِ کفِ پائے محمد رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں۔ مزدوری اور ریوڑ چرانے سے لیکر حکمرانی اور سلطنت تک نقشِ کفِ پائے محمد رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ میدان کارزار سے لیکر معاہدہ امن تک، کاروبار اور تجارت سے لیکر گھریلو اور خانگی ذمہ داریوں تک، رشتہ داری برادری سے لیکر دوستی اور دشمنی تک کونسا کوچہ عالم ہے جس میں نقشِ کفِ پائے محمد رسول اللہ ﷺ سورج کی طرح چمک نہیں رہے اب کوئی اُس سمت چلنا چاہے تو تب بات بنے۔

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 16-01-04

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحاً ثم اھتدیٰ○

سولھویں پارے میں سورۃ طٰہٰ کی یہ آیت کریمہ ایک بہت خوبصورت اصول بیان فرماتی ہے۔ قرآن کریم رب جلیل کی عطا، اُس کا کرم اور اُس کا احسان ہے کہ اُس نے اپنے بندوں کو اپنے ذاتی خطاب سے نوازا۔ کلام متکلم کی ذات کا، اُس کی صفات کا، آئینہ دار ہوتا ہے۔ اور کلام میں اس قدر زیادہ اثر اور زیادہ کیفیات ہوتی ہیں کہ آپ ایک آدمی کو تجربتاً جس قسم کے لوگوں کے ساتھ چھوڑ دیں کچھ عرصے بعد اُس کا مزاج بدل کر اُن جیسا ہو جائے گا۔ ایک آدمی کو جواریوں کے ساتھ بیٹھنے، اُٹھنے کا، موقع دیں کچھ عرصہ اُن کی باتیں سنتا رہا۔ اُن کا کردار دیکھتا رہا۔ ایک جواری بن جائے گا۔ آپ کسی کو شرفاء کے ساتھ بیٹھنے کا موقع فراہم کریں کچھ عرصہ بیٹھنے کے بعد اخلاقیات عادات اطوار میں شرافت آنا شروع ہو جائے گی۔ جھوٹوں کی مجلس میں کسی کو بھیج دیں جھوٹ سیکھ جائے گا۔ راستہ بازوں کی مجلس میں کسی کو چھوڑ دیں راستی آ جائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نیک صحبت اور اچھے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عطار کی یا عطر فروش کی دکان میں بیٹھتا

> **کلام متکلم کی ذات کا، اُس کی صفات کا، آئینہ دار ہوتا ہے**

ہے۔ اُسے خبر نہ بھی ہو تو وہاں بیٹھے ہوئے اُسے پتہ چلتا ہے کہ کسی بہت اچھے عطر کا تو وہ خرید لیتا ہے۔ اگر نہ بھی خریدے تو بعض اوقات دکاندار تحفتاً اُسے روئی پہ لگا کے تھوڑا سا دے دیتا ہے۔ ایسا بھی نہ ہو تو جتنی دیر بیٹھا رہے خوشبو سے مستفید ہوتا رہتا ہے اور بُری مجلس کی مثال لوہار کی دکان جیسی ہے۔ جہاں وہ لوہا گرم کرتا اور ڈھالتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی گرم ٹکڑا اڑ کر اُس پر پڑے اور اُسے جلا دے۔ زخمی کر دے، اگر ایسا نہ بھی ہو تو جتنی دیر بیٹھا رہے گا آگ کی تپش اور دھواں اُسے پریشان کرتا رہے گا۔ تو جب آدمی کی بات میں اتنا اثر ہے کہ آپ ایک آدمی کو جس شعبے کے آدمی کے ساتھ بندے کو چھوڑ دیں، اُسے اُسی شعبے کی باتیں آ جائیں گی تو کلام الٰہی میں کتنا اثر ہوگا؟ جو اُس کا ذاتی کلام ہے اور پھر اللہ کے کلام کا کمال یہ ہے کہ اُس کا ہر جملہ پوری انسانی زندگی کی ترتیب بتا دیتا ہے۔ ہر ایک جملہ، یہ آیت کریمہ مختصر سی آیت کریمہ ہے اگر صرف یہ ایک آیت نازل ہوتی اور کچھ بھی نازل نہ ہوتا تو انسانوں کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔

پھر اللہ نے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات کیوں نازل کیں؟ یہ اُس کا احسان، اُس کا کرم ہے یہ اُس کی مہربانی ہے اُس کا انتہائی کرم ہے کہ اس نے مشت غبار کو اپنے اتنے بڑے کلام سے نوازا اگر اس کلام کو صرف دہراتا ہی رہے۔ معانی سمجھ نہیں آتے تفسیر کا پتہ نہیں چلتا، مفہوم نہیں آتا، لیکن مسلسل دہراتا ہی رہے تو بھی دل روشن ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کریم معانی کا شعور بخش دے تو نور علیٰ نور ہو جاتا ہے ہم کیوں نہیں

بدلتے ؟ جبکہ ہمارے پاس تیس پارے اتنی بڑی کتاب جو اول و آخر زیر زبر ایک نقطہ' ایک لفظ' ہر شے اللہ کا کلام ہے۔ شاید ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم نے اس کی عظمت کو سمجھا ہی نہیں۔ اس کو جانا نہیں۔ اس کو پہچانا نہیں۔ اور ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اسے حفظ بھی کر لیں تیس پارے دل میں نقش کر لیتے ہیں اور پھر بھی اُس کی عظمت سے نا آشنا رہتے ہیں۔ جب تک ہم اُس کی عظمت کو اُس کی حیثیت کو پہنچانیں گے نہیں تب تک اُس سے فائدہ کیسے ہوگا؟ ابھی مختصر سی ایتہ کریمہ ہے انسان کا ایک سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے اگر اُس میں شعور ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ کہاں میں کہاں اللہ کی ذات۔ جب بھی ہوش آئے تو اُسے خیال آتا ہے کہ میں تو اتنے گناہ کر چکا ہوں' اتنی غلطیاں کر چکا ہوں' اتنی نافرمانیاں کر چکا ہوں پھر علامہ مرحوم نے کہا تھا۔

زمن بر صوفی وملاں سلامے
کہ پیغام خدا دادند مارا
ولے تحویل شاں درحیرت انداخت
خدا وجبرائیل ومصطفٰے ﷺ

کہ مُلا اور صوفی کا احسان مند ہوں کہ اُس نے اللہ کا پیغام مجھ تک پہنچایا لیکن جب اُس نے اُس کی تعبیر' اُس کی تفسیر اور اُس کے مفاہیم بیان کئے تو اللہ بھی حیران ہے' لانے والا فرشتہ بھی حیران ہے اور اللہ کا نبی ﷺ پہنچانے والی ہستی جو ہے وہ بھی حیران ہے کہ بات کیا تھی اس نے لوگوں کو بتا کیا دیا۔ آج کے ہم نو آموز مبلغوں کے قابو آجائیں اور مساجد میں جائیں تو یوں لگتا ہے جیسے یہ اللہ کی رحمت کی کوئی خبر نہیں بلکہ جو قابو آتا ہے اُسے دوزخ میں پھینکے جاتے ہیں۔ وہ بھی کافر' وہ بھی بدکار' وہ بھی بُرا' وہ بھی دوزخی' وہ بھی جہنمی اور اب تو ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر بات آگے چلی گئی ہے کہ یہ جہنمی ہے اور اُسے گولی مار دو۔ ان کی مسجد میں بم پھینک دو۔ ان کی مسجد ہی گرا دو۔ حق کیا ہے وہ فرماتا ہے۔

تم کتنے گنہگار ہو' کتنے گناہ کر چکے ہو'

> **اللہ کے کلام کا کمال یہ ہے کہ اُس کا ہر جملہ پوری انسانی زندگی کی ترتیب بتا دیتا ہے۔**

تمہارے گناہ میری رحمت کو عاجز نہیں کر سکتے وہ فرماتا ہے وانی لغفار۔ میں بہت بڑا بخشنے والا ہوں بہت ہی بڑا بخشنے والا ہوں۔ کسی شخص کے گناہ میری رحمت کو عاجز نہیں کر سکتے لیکن شرط ہے میں اُن لوگوں کو بخشوں گا۔ لمن تاب. جو گناہ سے توبہ کر لیں۔ اب یہاں کوئی قید نہیں لگائی کہ اُس کے گناہ پانچ ہوں' پانچ ہزار ہوں' پانچ لاکھ ہوں پانچ کروڑ ہوں یا ان گنت ہوں کتنے گناہ ہیں۔ یہ قید نہیں لگائی ایک ہی قید لگائی ہے کہ جو بھی کر چکے ہو جتنا بھی کر چکے ہو۔ اب کہہ دو کہ یا اللہ میں آج سے تیری نافرمانی ختم کرتا ہوں۔ اب اس کے بعد نہیں کروں گا۔ فرماتا ہے میں سارے معاف کر دوں گا کیسا عجیب سودا ہے۔ ہمیں تو لوگوں نے ڈرا ڈرا کر مار دیا اور ایک ایسا تصور بن گیا ہے لوگوں کے ذہن میں کہ ذات باری جیسے بندوں کی تاڑ میں بیٹھی ہو کہ کون قابو آتا ہے اور اُسے دبوچ لیا جائے۔ اُسے خوب پٹوایا جائے اور اُسے آگ میں جلایا جائے ایسی بات نہیں ہے لوگ اپنی بدبختی سے زبردستی آگ میں گر رہے ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں ہم کسی سے زیادتی نہیں کرتے۔

ولٰکن کانوا انفُسھُم یظلمون.

لوگ اپنے آپ پر خود ظلم کرتے ہیں۔ توبہ نہیں کرتے' بخشش چاہتے نہیں ہیں' بخشش مانگتے نہیں ہیں' اور گناہ میں آگے سے آگے آگے سے آگے چلے جاتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ اپنے آپ پر بوجھ لاد رہے ہو۔ جتنا لادو گے اٹھانا پڑے گا۔ ولٰکن کانوا انفسھُم یظلمون. لوگ اپنے آپ پر خود ظلم کرتے ہیں۔ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ. اللہ رائی برابر کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا۔ یہاں تو بڑا واضح فرما دیا۔

وانی لغفار. میں تو بخش دینے والا ہوں ہاں شرط یہ ہے۔ لمن تاب. جو توبہ کرے۔ کتنے گناہ کر چکا ہے اس کی کوئی قید نہیں' ایک ہی قید ہے کہ میری درگاہ میں آجائے اور کہہ دے کہ یا اللہ جو میں نے کیا ہے۔ جتنا کیا ہے۔ آج سے میں اُس سے توبہ کرتا ہوں آئندہ نہیں کروں گا۔ بھول جا پچھلی سب

خطاؤں کو میں معاف کر دیتا ہوں۔ بلکہ بعض لوگوں پر تو وہ اتنا کرم فرماتا ہے کہ یبدل اللّٰہ سیاتھم حسنات. اُن کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہوں۔ اُس نے جتنے گناہ کیے تھے اتنی نیکیوں کا ثواب اُسے دے دیتا ہوں۔ اپنی اپنی توبہ ہے کہ کوئی کتنی گہرائی سے، کتنے خلوص سے اور کتنی سچائی سے کرتا ہے۔ توبہ کیا ہے؟ یہ کہہ دینا کہ توبہ ہے۔

ایک دفعہ بہت زیادہ بارشیں ہوئیں۔ لوگوں کے مکان گرنے لگ گئے' چھتیں ٹپکنے لگ گئیں' مساجد بھی ٹپک پڑیں' گھر بھی ٹپک پڑے' گھروں میں ہم نے کمروں کے اندر تنبو لگائے کمرے بارش کی طرح برسنے لگ گئے۔ تو لوگوں کا حال دیکھا مسجد میں نہیں جاتے تھے۔ سجدہ نہیں کرتے تھے۔ مسجد سے گلی سے گزرتے توبہ یا اللہ توبہ' توبہ یا اللہ توبہ' یہ کونسی توبہ ہے ایک جملہ ایک محاورہ جو ہم نے رٹ لیا ہے۔ توبہ کی وضاحت فرما دی کہ توبہ ایک جملہ نہیں ہے۔

توبہ کی شرط یہ ہے و امن سب سے پہلے عقیدہ درست کرے یہ توبہ ہے سب سے پہلے ایمان صحیح کرے۔ جو آقائے نامدار ﷺ نے سکھایا ہے وہ عقیدہ اپنے صحیح یقین کے ساتھ اختیار کرے۔ اگر عقیدہ درست نہیں ہوگا ایمان صحیح نہیں ہوگا تو جھوٹ بول رہا ہے۔ توبہ کب کی ہے؟ زبانی کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کسی کو سنوانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جب خیال آ جائے' جب طبیعت آ جائے' جب اللہ کی طرف آنا چاہیے تو سب سے پہلے اپنا عقیدہ درست کرے ایمان درست کرے۔ تقاضائے ایمان کو مانے۔ اللہ کو ذات اور صفات میں واحد ولاشریک مانے۔ اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو برحق مانے۔ اللہ کی کتاب کو برحق مانے۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کو' فرشتوں کو' آخرت کو' جنت و دوزخ کو' مانے جو جو تقاضائے ایمان ہے جو جو شرائط ایمان ہیں اُن کو یقین کے ساتھ مانے اور جو مانے گا پھر اُس کا کردار بدل جائے گا' وعملَ صالحاً. جب اُسے یقین

> **توبہ کی شرط یہ ہے۔**
> **کہ سب سے**
> **پہلے عقیدہ درست**
> **کرے**

ہوگا۔

کہ یہ زہر ہے تو پھر وہ زہر کھائے گا ہرگز نہیں اس طرح اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی زہر ہے۔ جب اسے یقین ہوگا اس کا ایمان درست ہوگا اس کا عقیدہ صحیح ہوگا تو اس کے اعمال از خود صالح ہو جائیں گے۔ عمل میں صلاحیت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

اب تو عجیب بات ہے ایک کام کو میں اچھا سمجھتا ہوں آپ اسے اچھا نہیں سمجھتے۔ دس آدمی ایک کام کو کہتے ہیں یہ اچھا ہے دس اور ہیں وہ کہتے ہیں اچھا نہیں ہے تو عمل صالح کا معیار کیا ہوگا؟ دنیا میں عمل صالح کا ایک ہی معیار ہے جو کام کیا محمد رسول اللہ ﷺ نے، جو کام کرنے کا حکم دیا یا جو کام آپ ﷺ کے سامنے ہوا اور آپ ﷺ نے پسند فرمایا یہ عمل صالح ہے۔ ہر وہ عمل جو اللہ کے حبیب ﷺ کو پسند ہے وہ صالح ہے اور ہر وہ عمل جو آپ ﷺ کو پسند نہیں وہ غیر صالح ہے۔ نہ میری پسند ہے' نہ آپ کی پسند ہے' نہ مولوی صاحب کی پسند ہے' نہ پیر صاحب کی پسند ہے' معیار ہے ذات محمد رسول اللہ ﷺ تو اللہ کریم فرماتے ہیں توبہ یہ ہے فرمایا گناہوں کو مت گنو' گناہوں کی تعداد کو مت گنو۔ گناہوں کی کیفیت کو مت گنو کتنے قتل کر دیئے' کتنے ڈاکے مارے' کتنا کفر کیا' کتنے بت پوجے' کتنی چوریاں کیں' کیا کچھ نہیں کیا۔ لیکن جب توبہ کرتا ہے تو میں بخش دیتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا کریم ہے کہ اگر کسی نے کسی دوسرے کے ساتھ زیادتی کی ہوگی اور اللہ کریم اُسے بخشیں گے تو جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اُسے بھی اتنا عطا کریں گے کہ وہ خود کہے گا کہ اے اللہ میں اسے معاف کرتا ہوں۔ کسی کا حق چھڑوائیں گے نہیں۔ ایک بندے نے ایک کو بے گناہ قتل کر دیا۔ اب اللہ مقتول سے یہ نہیں کہیں گے کہ جاؤ بھئی تم جہاں جاتے ہو میں نے اسے بخش دیا نہیں اُس پر بھی اتنا انعام کریں گے کہ وہ کہہ اٹھے گا کہ اے اللہ میں اسے معاف کرتا ہوں اور وہ کہے گا کہ شکر ہے تیرا، اس نے مجھے قتل کیا کہ مجھے اتنی نعمت مل

گئی ہے۔ اگر یہ میرے ساتھ ظلم نہ کرتا تو آج مجھے اتنی دولت کہاں سے ملتی۔ تو یہ جو توبہ کر لیتا ہے۔ اُسے بخشا چاہتا ہے تو اپنے حقوق جو اُس کے ہیں وہ تو خود معاف کر دیتا ہے جو بندوں کے حقوق ہیں وہ بھی اُن سے معاف کرواتا ہے اور اُن پر اتنا انعام کرتا ہے کہ وہ شکر کرتے ہیں کہ اگر یہ وجہ نہ بنتی تو شاید میں خود سزا بھگت رہا ہوتا اس کے بدلے میں مجھے کیا کیا مل گیا؟

انی لغفار. ارے میں بخشنے والا ہوں تم اپنی حیثیت دیکھو اور میرے شان کی طرف خیال کرو۔ تم کیا تمہاری حیثیت کیا؟ تم کر کیا سکتے ہو؟ تم نے کیا کر لیا؟ کچھ نہیں کر سکتے ہو تم میری بخشش کے مقابلے میں وانی لغفار. میں بخشنے والا ہوں رب العلمین، لیکن ہر کسی کو نہیں میری شرط یہ ہے کہ جو واپس میرے دروازے پہ آئے جو مجھے چھوڑ کے بھاگ رہا ہو اُسے میں کیوں بخشوں گا؟ جتنا دور بھی نکل گیا ہے اگر ساٹھ ستر برس گناہ کرتا رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ستر برس اللہ کی بارگاہ سے دوری کی طرف چلتا رہا۔ انصاف تو یہ تھا کہ اُسے ستر برس واپسی کے لئے بھی چلنا پڑتا اور پھر واپس پہنچتا فرمایا نہیں، وہیں کہہ دے یا اللہ میں غلط تھا میں توبہ کرتا ہوں میں اُسے اٹھا کے اپنی بارگاہ میں لے آتا ہوں۔ ایک آن میں جب اُس کے دل میں توبہ کا خیال آئے سارے فاصلے مٹا دیتا ہوں۔ میں اُسے واپس قبول کر لیتا ہوں اور توبہ کی شرط یہ ہے کہ جب توبہ کرے تو اپنے عقیدے کی فکر کرے۔ کسی صاحب علم کے پاس جائے۔ اہل علم سے پوچھے۔

فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون. اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے اللہ کو یاد کرنے والوں سے پوچھو۔ اپنے ایمان کی اصلاح کرو۔ اور یہاں ہم میں یہی بہت بڑی کمزوری ہے کہ ہم جہاں پیدا ہوئے وہاں جو حکایات یا جو روایات سنیں انہی کو ایمان بنا لیا اور ساری زندگی اُس پر گزار گئے کسی نے غلط بتا دیا کسی نے صحیح۔ بڑے کم لوگ ہوتے ہیں

> ہر وہ عمل جو اللہ کے حبیب ﷺ کو پسند ہے وہ صالح ہے اور ہر وہ عمل جو آپ ﷺ کو پسند نہیں وہ غیر صالح ہے۔

جو یہ چاہتے ہیں کہ میں نے سنا سنایا ایمان رکھا ہوا ہے یار پتہ تو کر لوں کہ عقیدہ اسلامی کیا ہے۔ فرمایا توبہ یہ ہے کہ سب سے پہلے عقیدہ تلاش کرے اور ویسا عقیدہ ہونا چاہیے جیسا محمد رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے۔ ایمان درست ہوگا تو پھر کردار بدلے۔ اُس طرح کے کام کرے جس طرح کے کام میرا حبیب ﷺ کرتا تھا یا پسند فرماتا تھا۔

ایک حدیث پاک ہے۔ من تشبه بقوم فهو منهم. جو جس قوم جیسی مشابہت بنائے گا۔ قیامت کو اُس قوم کے ساتھ اُسے اٹھایا جائے گا۔ مشکوٰۃ شریف میں جہاں یہ حدیث ہے تو ایک کتاب لکھی گئی۔ مشکوٰۃ شریف کی شرح اُس میں لکھی گئی ہے۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ایک واقعہ لکھا کہ فرعون کے دربار میں ایک شاہی مسخرہ ہوتا تھا بادشاہ کو ہنسانے کے لئے، خوش کرنے کے لئے اُس کا بھی ایک کردار ہوتا تھا بادشاہوں کے اپنے مزاج ہوتے تھے راگ رنگ والے الگ ہیں۔ فوج کے لوگ الگ ہیں۔ سول کے محکمے کے لوگ الگ ہیں۔ انصاف کے الگ ہیں۔ خزانے اور مالیات کے الگ ہیں۔ اُس طرح گانے بجانے والوں کا، طائفہ اسی طرح لطیفہ گو الگ ہیں تو وہ ایک مسخرہ تھا جو تمسخر اڑا کر بادشاہ کو خوش کیا کرتا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون سے مقابلہ پر آ گیا تو موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک میں لکنت تھی۔ بات کرتے ہوئے آپ علیہ الصلوۃ والسلام اڑتے تھے لکنت تھی تو چونکہ آپ علیہ السلام نے ایک ہی کمبل کو درمیان سے سوراخ کر کے اُس کی قمیض بنائی ہوتی تھی۔ کچے چمڑے کے جوتے عصا پکڑا ہوا تو اُس نے داڑھی بڑھا لی اور اُس طرح کا کمبل کا لباس پہن لینا اور دو شاخہ لکڑی پکڑ لینا اور موسیٰ علیہ السلام کی نقل کرنا۔ تتلا کر باتیں کرنا اور وہ باتیں دہرانا جو موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کرتے تھے۔ اُس پر بادشاہ کو اور اہل دربار کو ہنساتا تھا نبی کا مذاق اڑانا ایسی گستاخی ہے کہ ایسے لوگوں کو توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی۔ صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں کہ عجیب بات ہوئی فرعون اور اُس کا لشکر

جب سمندر میں غرق ہو گیا موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنی اسرائیل اُن کے ساتھ دوسرے کنارے پہ کھڑے دیکھ رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ فرعون سمیت سارا لشکر غرق دریا ہو گیا لیکن وہ بھانڈ کنارے پہ کھڑا تھا۔ وہ دریا میں داخل نہیں ہوا تھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام بڑے حیران ہوئے اور عرض کی بارالہا! یہ تو مجھے بہت دکھ پہنچاتا تھا اس کی باتوں نے تو میرا دل جلا دیا اور فرعون جیسے بے دین اور اُس کے درباری مذاق اڑاتے ہنستے خوش ہوتے تھے تو آپ نے اسے کس غرض سے بچا لیا۔ فرمایا موسیٰ علیہ السلام اپنی گستاخی کی سزا یہ ضرور پائے گا اور نبی علیہ السلام کے ساتھ گستاخی کی سزا بہت سخت سزا ہے۔ یہ اپنی سزا پائے گا لیکن نقلی موسیٰ بنا ہوا تھا میں نے تیری نقل کو بھی فرعون کے ساتھ ڈبونا گوارا نہیں کیا۔ غیرت الٰہی نے یہ گوارا نہیں کیا کہ جہاں فرعون غرق ہو وہاں نقلی موسیٰ بھی ایک غرق ہو جائے۔ یہ میری غیرت کو گوارا نہیں تھا۔ اس نے کہاں جانا ہے میرے پاس ہی آنا ہے۔ میں اسے الگ سزا دوں گا لیکن دنیا کے سامنے نقلی سہی بنا ہوا تو موسیٰ ہے۔

اگر کوئی سچے دل سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نقل کر لے تو کیا نعمت نہیں پا سکتا۔ عمل صالح کیا ہے؟ نقل کر لو محمد رسول اللہ ﷺ کی اور اگر یہ نصیب ہو گئی فرمایا ثُم اھتدیٰ۔ پھر وہی شخص ہدایت پر ہے وہی بندہ ہے جو ہدایت کو پا گیا۔ اور وہی بندہ ہے جو صحیح راستے کو پا گیا۔ یہ ایک آیت کریمہ پوری زندگی کا نصاب بتا رہی ہے' عقائد اخلاقیات' کردار' خرید و فروخت' دوستی دشمنی' تعلقات حکومت سیاست کونسی بات ہے جہاں نقش کف پائے محمد رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں۔ مزدوری اور ریوڑ چرانے سے لیکر حکمرانی اور سلطنت تک نقش کف پائے محمد رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ میدان کارزار سے لیکر معاہدہ امن تک، کاروبار اور تجارت سے لیکر گھریلو اور خانگی ذمہ داریوں تک' رشتہ داری برادری سے لیکر دوستی اور دشمنی تک کونسا کوچہ عالم ہے جس میں نقش کف پائے محمد رسول اللہ ﷺ سورج کی طرح چمک نہیں رہے اب کوئی اُس سمت چلنا چاہے تب بات ہے۔ جب جس چیز کی جستجو پیدا ہو جاتی ہے بندہ اُسے تلاش کر لیتا ہے کسی کو ایک دوا چاہیے وہ ڈھونڈتا ہے ایک جگہ سے نہ ملے دوسری سے' تیسری سے' چوتھی سے کسی کو ایک طرح کا کپڑا چاہیے وہ شہر شہر دکان دکان پوچھتا ہے۔ تلاش تو کرتا ہے کبھی ہم نے کھوجنے کی کوشش کی ہے جو کام ہم کر رہے ہیں اس میں آقائے نامدار ﷺ یہ کام کیسے کرتے تھے؟ اور اگر نہیں کی تو پھر ہمارا رشتہ کیا ہے؟ ہم نے کیا توبہ کی ہے؟ کوئی مغفرت ہم چاہتے ہیں؟ ہمارا تو عام یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی کی شکل بنا لو۔ لباس ویسا کر لو۔ تو معاشرے میں احترام ملتا ہے۔ نہیں، تو دھکے پڑتے ہیں۔ ملک اسلامی ہے' حکومت مسلمانوں کی ہے' معاشرہ اسلامی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بس میں بیٹھنے کو جگہ کوئی نہیں دیتا۔ دفتر میں جاؤ تو دھکے دے کے نکال دیتے ہیں۔ ہم کیسے لوگ ہیں؟ کیا ایمان ہے؟ ہمارا کس کے ساتھ رشتہ ہے۔ ہم کس کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں۔ بات گناہوں کی نہیں ہے گناہوں سے ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ توبہ نہ کرنے سے ڈرنا چاہیے۔ ڈر اس بات کا ہے کہ بغیر توبہ کے دم نہ نکل جائے۔ اور کسی کے پاس یہ ضمانت نہیں ہے کہ جو دم آیا اس کے بعد بھی تمہیں دم آئے گا۔ لہٰذا اولین فرصت میں توبہ کرنی چاہیے پہلا کام ہے کہ توبہ کرو جو ہو چکا چھوڑ دو۔ یار جو ہو چکا بہت ہو چکا۔ جو گیا سو گیا لیکن توبہ کا ایک لمحہ صدیوں کی دوری مٹا کر واصل باللہ کر دیتا ہے اور توبہ یہ ہے کہ عقائد کی اصلاح کرے کردار کی اصلاح کرے اور اللہ کے سچے راستے پہ گامزن ہو جائے۔ امین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے، اللہ کو یاد کرنے والوں سے پوچھو۔ اپنے ایمان کی اصلاح کرو۔ جو جس قوم جیسی مشابہت اختیار کرے گا قیامت کو اُس قوم کے ساتھ اُسے اٹھایا جائے گا

جب سمندر میں غرق ہو گیا موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نبی اسرائیل اُن کے ساتھ دوسرے کنارے پہ کھڑے دیکھ رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ فرعون سمیت سارا لشکر غرق دریا ہو گیا لیکن وہ بھانڈ کنارے پہ کھڑا تھا۔ وہ دریا میں داخل نہیں ہوا تھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام بڑے حیران ہوئے اور عرض کی بارالٰہا! یہ تو مجھے بہت دکھ پہنچاتا تھا اس کی باتوں نے تو میرا دل جلا دیا اور فرعون جیسے بے دین اور اُس کے درباری مذاق اڑاتے ہنستے خوش ہوتے تھے تو آپ نے اسے کس غرض سے بچا لیا۔ فرمایا موسیٰ علیہ السلام اپنی گستاخی کی سزا یہ ضرور پائے گا اور نبی علیہ السلام کے ساتھ گستاخی کی سزا بہت سخت سزا ہے۔ یہ اپنی سزا پائے گا لیکن نقلی موسیٰ بنا ہوا تھا میں نے تیری نقل کو بھی فرعون کے ساتھ ڈبونا گوارا نہیں کیا۔ غیرت الٰہی نے یہ گوارا نہیں کیا کہ جہاں فرعون غرق ہو وہاں نقلی موسیٰ بھی ایک غرق ہو جائے۔ یہ میری غیرت کو گوارا نہیں تھا۔ اس نے کہاں جانا ہے میرے پاس ہی آنا ہے۔ میں اسے الگ سزا دوں گا لیکن دنیا کے سامنے نقلی سہی بنا ہوا تو موسیٰ ہے۔

اگر کوئی سچے دل سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نقل کر لے تو کیا نعمت نہیں پا سکتا۔ عمل صالح کیا ہے؟ نقل کر لو محمد رسول اللہ ﷺ کی اور اگر یہ نصیب ہو گئی فرمایا ثُم اھتدیٰ۔ پھر وہی شخص ہدایت پر ہے وہی بندہ ہے جو ہدایت کو پا گیا۔ اور وہی بندہ ہے جو صحیح راستے کو پا گیا۔ یہ ایک آیت کریمہ پوری زندگی کا نصاب بتا رہی ہے؛ عقائد اخلاقیات' کردار' خرید و فروخت' دوستی دشمنی' تعلقات حکومت سیاست کونسی بات ہے جہاں نقش کف پائے محمد رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں۔ مزدوری اور ریوڑ چرانے سے لیکر حکمرانی اور سلطنت تک نقش کف پائے محمد رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ میدان کارزار سے لیکر معاہدہ امن تک، کاروبار اور تجارت سے لیکر گھریلو اور خانگی ذمہ داریوں تک' رشتہ داری برادری سے لیکر دوستی اور دشمنی تک کونسا کوچہ عالم ہے جس میں نقش کف پائے محمد رسول اللہ ﷺ سورج کی طرح چمک نہیں رہے اب کوئی اُس سمت چلنا چاہے تب بات ہے۔ جب جس چیز کی جستجو پیدا ہو جاتی ہے بندہ اُسے تلاش کر لیتا ہے کسی کو ایک دوا چاہیے وہ ڈھونڈتا ہے ایک جگہ سے نہ ملے دوسری سے' تیسری سے' چوتھی سے کسی کو ایک طرح کا کپڑا چاہئے وہ شہر شہر دکان دکان پوچھتا ہے۔ تلاش تو کرتا ہے کبھی ہم نے کھوجنے کی کوشش کی ہے جو کام ہم کر رہے ہیں اس میں آقائے نامدار ﷺ یہ کام کیسے کرتے تھے؟ اور اگر نہیں کی تو پھر ہمارا رشتہ کیا ہے؟ ہم نے کیا توبہ کی ہے؟ کوئی مغفرت ہم چاہتے ہیں؟ ہمارا تو عام یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی کی شکل بنا لو۔ لباس ویسا کر لو۔ تو معاشرے میں احترام ملتا ہے۔ نہیں، تو دھکے پڑتے ہیں۔ ملک اسلامی ہے' حکومت مسلمانوں کی ہے' معاشرہ اسلامی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بس میں بیٹھنے کو جگہ کوئی نہیں دیتا۔ دفتر میں جاؤ تو دھکے دے کے نکال دیتے ہیں۔ ہم کیسے لوگ ہیں؟ کیا ایمان ہے؟ ہمارا کس کے ساتھ رشتہ ہے۔ ہم کس کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں۔ بات گناہوں کی نہیں ہے گناہوں سے ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ توبہ نہ کرنے سے ڈرنا چاہئے۔ ڈر اس بات کا ہے کہ بغیر توبہ کے دم نہ نکل جائے۔ اور کسی کے پاس یہ ضمانت نہیں ہے کہ جو دم آیا اس کے بعد بھی تمہیں دم آئے گا۔ لہٰذا اولین فرصت میں توبہ کرنی چاہئے پہلا کام ہے کہ توبہ کرو جو ہو چکا چھوڑ دو۔ یار جو ہو چکا بہت ہو چکا۔ جو گیا سو گیا لیکن توبہ کا ایک لمحہ صدیوں کی دوری مٹا کر واصل باللہ کر دیتا ہے اور توبہ یہ ہے کہ عقائد کی اصلاح کرے کردار کی اصلاح کرے اور اللہ کے سچے راستے پہ گامزن ہو جائے۔ امین

اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے، اللہ کو یاد کرنے والوں سے پوچھو۔ اپنے ایمان کی اصلاح کرو۔ جو جس قوم جیسی مشابہت اختیار کرے گا قیامت کو اُس قوم کے ساتھ اُسے اٹھایا جائے گا

☆☆☆☆☆☆☆☆

کلامِ شیخ

امیر محمد اکرم اعوان نے محرم کے حوالہ سے اپنا تازہ ترین کلام ماہنامہ المرشد کیلئے ارسال کیا جو کہ گزشتہ شمارہ کیلئے تھا مگر جس وقت ہم کو یہ کلام موصول ہوا اس وقت شمارہ پرنٹنگ کیلئے پریس پر جا چکا تھا۔ اس پر ہم معذرت خواہ ہیں اور اب وہ کلام شائع کر رہے ہیں۔

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے گردِ سفر، نشانِ منزل، متاعِ فقیر، آس جزیرہ، دیدہ تر، کونسی ایسی بات ہوئی ہے، سوچ سمندر شائع ہو چکے ہیں۔

ظلمتِ شب بڑھتی ہی جاتی ہے الٰہی
ہو کرم تیرا اب تو ہمیں صبح جلی دے

پُر خار ہوا چاہتا ہے ہر سرو سمن تک
مہکے گا گلستان جو طیبہ کی کلی دے

مالی تھے کبھی آج و گلچین ہوئے ہیں
اس دیس میں اب ایک مدینہ کی گلی دے

اس عہد کے فرعون وہ فرعون نہیں ہیں
چاہیے نہ عصایاں تو صرف ایک ڈلی دے

ہر رُوپ میں ہر سمت ہی اک کرب وبلا ہے
اس آس پہ جیتے ہیں کہ حساس ولی دے

لشکر کوفہ تو ہے آمادہ پیکار
دے ہم کو خدایا تو حسین ابنِ علی دے

سیماب اویسی

(دارالعرفان)

محاسبہ کی گھڑی

میرے بھائی! ہر آدمی اپنے لئے بہترین جج ہوتا ہے۔ آخرت میں یہی ہوگا۔ تم اپنے بہترین جج ہو۔ لہٰذا اپنا اعمال نامہ خود پڑھو۔ اپنی فائل پڑھو اور اپنی ججمنٹ کرو۔ تم نے جو کیا ہے اُس پہ کیا ہونا چاہئے؟ اندازہ یہ کیا کرو کہ ذکر کی محفلوں سے کیا میری کوئی منزل متعین ہو رہی ہے؟ ذکر قلبی سے کیا راستے کا غبار چھٹ رہا ہے؟ مراقبات و منازل کی بات کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ بے شمار لوگوں کو مراقبات کرائے گئے اور وہ بارگاہ الوہیت سے رد کر دیئے گئے اور بے شمار لوگ اس کی تڑپ میں مر گئے انہیں کوئی ملا نہیں اللہ نے برزخ میں دے دیئے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 02-01-4

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والذین جاھدوا فینا لنھد ینھُم سُبلناo وقال رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم لا یومنُ اَحدُکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین۔

کسی راستے پر بھی چلنے والے کو منزل کا تعین اور اُس سے آگاہی ضروری ہوتی ہے اور اگر منزل متعین نہ ہو اور آدمی سفر کرتا رہے تو وہ سفر اُس کی ایک مجبوری یا عادت بن جاتی ہے۔ کبھی بیٹھ گئے، کبھی چل پڑے اُسے نہ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میں نے کتنا سفر طے کیا؟ اور نہ یہ خبر ہوتی ہے کہ منزل کتنی دور ہے؟ نہ ہی اُس کے ذوق و شوق میں کوئی ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ بس ایک طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے کہ بندہ وہ کام کرتا رہتا ہے۔

ذکر الٰہی اور ذکر قلبی میں خصوصاً یہ مصیبت بہت زیادہ گھیرتی ہے۔ اکثریت اُن لوگوں کی ہوتی ہے جو لوگوں کی دیکھا دیکھی اُس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ کچھ اُسے دنیوی مصیبتوں کا حل سمجھتے ہیں یا دنیوی برکات کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں کچھ اُس سے بیماریوں سے شفا چاہتے ہیں۔ کچھ اپنی مجبوریوں میں کوئی ایک آسرا تلاش کر لیتے ہیں اور اُس میں گرتے پڑتے چلتے رہتے ہیں اور اُس میں شمار رہتے ہیں۔ ذکر نہ کرنے سے تو اس طرح سے کرنا بھی بہتر ہے۔

> **ذکرِ الٰھی کی اصل**
> **یہ ھے کہ بندے**
> **میں اللہ کی طلب**
> **پیدا ھو جائے۔**

لیکن یہ حقیقتاً ذکر نہیں ہے۔ ذکر الٰہی کی اصل یہ ہے کہ بندے میں اللہ کی اور وصول الی اللہ کی طلب پیدا ہو جائے۔ اور یہ منتہائے مقصود ہے یہ ضروری نہیں کہ کسی امیر آدمی میں پیدا ہو، کسی خوبصورت جوان رعنا میں پیدا ہو۔ ہر شخص کو اللہ نے دل دیا ہے اور ہر دل میں یہ تڑپ اور یہ استعداد رکھی ہے۔ اور وہی بھلا ہے جس میں یہ تڑپ پیدا ہو جائے۔ اگر یہ منزل متعین ہو جائے اور واقعی یہ منزل صاف ہو جائے انسان کے قلب و ذہن میں پھر اُسے پرواہ نہیں رہتی کہ اس کام کے کرنے میں میرا دنیوی نقصان کتنا ہوا یا اس کام کے کرنے میں مجھے اتنی بیماریاں آئیں۔ اتنی تکلیفیں آئیں۔ ان چیزوں پر اُس کی نظر نہیں جاتی۔ اُس کی نظر اس بات پہ جاتی ہے کہ میرا کام کتنا ہوا ہے؟ دنیا کو دنیا اس لئے کہتے ہیں کہ دنیا کا مفہوم قریب تر ہے تو دنیا کے نتائج قریب تر ہیں جب ہم پانی پیتے ہیں فوراً پیاس بجھ جاتی ہے۔ کھانا کھاتے ہیں بھوک مٹ جاتی ہے۔ کوئی چیز خریدتے ہیں اُس سے فوراً استفادہ کر لیتے ہیں، اس کے جو نتائج ہیں وہ قریب تر ہیں اس لئے اسے دنیا کہتے ہیں۔ پھر اس کے نتائج مادی ہیں۔ مادی ذہن اور مادی وجود انہیں بہت جلدی محسوس کر لیتا ہے۔ تو دنیا کے کاموں کیلئے لوگ کتنے دیووٹیڈ Devoted ہوتے ہیں۔ آپ باقی باتیں چھوڑ دیں لوگ ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں۔ کیوں کرتے ہیں؟ وہ سمجھتے ہیں یہ میری آنرز کا مسئلہ ہے اور یہ وہ خود سمجھتے ہیں کسی کو پرواہ نہیں ہوتی۔ یہ

خود سمجھتے ہیں کسی کو پرواہ نہیں ہوتی۔ یہ خود

ساختہ ذہن ہوتا ہے۔ کہ اس بندے نے مجھے گالی دی تھی، اس بندے نے میرے بیل کو پتھر مارا تھا، اس بندے نے میرے بیٹے کو تھپڑ مارا تھا، اب یہ میری آرزو کا مسئلہ ہے میں اسے قتل کر دوں گا۔ قتل کرنے کے لئے اُسے کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ اُس میں کتنے اخراجات ہوتے ہیں؟ اسلحہ خریدنے پہ کتنا خرچ کرتا ہے؟ پولیس کو کتنی رشوت دیتا ہے؟ پھر اُسے نظر آرہا ہوتا ہے کہ اس کے بعد مقدمہ بھی چلے گا۔ وکیل پیسے بھی لیں گے۔ مجھے سزائے موت بھی ہو سکتی ہے۔ یہ سارے بوجھ وہ اس لئے اٹھا لیتا ہے کہ اُس کے سامنے اُس کی منزل واضح ہوتی ہے کہ مجھے اس بندے کو قتل کرنا ہے بس۔ اُس نے ایک منزل متعین کر لی اب اُس کے پیچھے کتنی مصیبتیں ہیں وہ ساری اٹھا لیتا ہے۔

مجھے ایک دفعہ اتفاق ہوا ہمارے ایک دُور کے رشتہ دار تھے۔ آپس میں لڑے کچھ قتل ہو گئے کچھ سزائے موت ہوئے تو سزا موت ہونے والوں سے اُن کی آخری ملاقات پہ میرا جانے کا اتفاق ہوا تو کسی نے اُسے ملتے ہوئے اظہار ہمدردی کیا کہ بھئی تم صبح پھانسی چڑھ جاؤ گے۔ تو وہ کہنے لگا کوئی بات نہیں یا آرزو رہتی ہے یا زندگی۔ اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ کتنی عجیب بات ہے اور وہ آرزو اُس کی اپنی خود ساختہ ہے کسی کو اُس سے کیا مطلب ہے؟ اُسے تو دس بندے، شاید گاؤں سے باہر تو اُسے کوئی جانتا بھی نہیں وہ اُس کی خود ساختہ ہے۔

لیکن ایک منزل جو اللہ نے متعین کی وہ اتنی عظیم منزل ہے کہ اسے سمجھانے کے لئے اُس نے انبیاء اور رُسل مبعوث کئے۔ اپنے کلام نازل فرمائے۔ حتیٰ کہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے۔ مقصد کیا تھا؟ نوع انسانی کو اُن کی منزل سے آشنا کریں کہ تمہاری آرزو، تمہاری فتح، تمہاری کامیابی، تمہاری عزت، تمہارا احترام، تمہارا آرام، تمہارا سکون، سب کچھ وصول الی اللہ میں ہے اگر یہ نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن ساری کائنات میں کوئی فرد واحد پہ اعتبار کیوں کرے؟ دنیا میں بے شمار دانشور ہیں۔ دنیا میں بے شمار طاقت ور ہیں۔ دنیا میں بے شمار عقلمند ہیں۔ بے شمار پڑھے لکھے ہیں۔ تو سب کو چھوڑ کر ایک اکیلی ہستی محمد رسول اللہ ﷺ پر اعتبار کیوں کرے؟ یہاں آ کے بات پھنس جاتی ہے۔ **الحمدللہ** ہم مسلمان ہیں اور اللہ ہمیں نقلی مسلمان ہونے پہ بھی معاف کر دے تو اُس کے کرم سے کوئی بعید نہیں لیکن ہماری مسلمانی کا عالم یہ ہے کہ پچھلے دنوں میرے پاس ایک دوست آ گئے۔ وہ یونائیٹڈ بینک میں منیجر تھے۔ اچھے گریڈ کے آفسر تھے۔ غالباً چھتیس ہزار روپیہ تنخواہ لے رہے تھے۔ پنشن پہ آ گئے میں باہر بیٹھا تھا تو وہ آ گئے کہنے لگے عجیب بات ہے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اتنے ہم مسلمان، اتنی مسلمان حکومتیں، اتنی مسلمان طاقتیں، اتنا بڑا عالم اسلام، اُس میں اتنے بڑے دانشور، اُس میں اتنے بڑے کارکن عام لیبر سے لیکر سائنس دانوں تک اور جدید تکنیک سے آگاہ لوگوں تک ہم مسلمانوں میں ہیں۔ مادی وسائل ہمارے پاس ہیں۔ پھر بھی ہم رسوا ہیں۔ جس کا جی چاہتا ہے ہمیں پریشان بھی کرتا ہے، مارتا بھی ہے۔ میں نے کہا ملک صاحب آپ یونائیٹڈ بنک کے ایک رسپکٹڈ **Respected** آفیسر تھے۔ آپ کے سگنیچر پر کروڑوں کیا اربوں روپے کی ٹرانزکشن ہوتی تھی آپ دستخط کر دیتے تھے تو روپیہ اس کھاتے سے اُس کھاتے میں چلا جاتا تھا۔ اُدھر سے اِدھر آ جاتا تھا کسی کا ڈیپازٹ ہو جاتا تھا کسی کو پیسہ مل جاتا تھا یہ سب ہوتا تھا یہ سب آپ کے دستخطوں سے ہوتا تھا اور دن بھر آپ صرف یہی کام کرتے تھے کہ ادھر سے روپیہ آ گیا اُس پہ سائن کر دیئے اُدھر جا رہا ہے۔ اُس پر آپ

> **اس حضوری کے لئے شرط یہ ہے کہ بندہ نبی کریم ﷺ سے وابستہ ہو جائے۔**

نے دستخط کر دیئے۔ ہاں جی ایسے ہی ہوتا تھا میں نے کہا آپ ملازم تو اب بھی بنک کے ہیں اس لئے کہ آپ پنشن لے رہے ہیں۔ چلو تنخواہ کی نسبت کم ہو گئی لیکن آپ کام بھی نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ کام نہ کریں مفت میں لیتے رہیں۔ آپ ملازم تو ہیں جی ملازم ہوں۔ میں نے کہا ابھی آپ کے دستخطوں سے پیسے اِدھر اُدھر جائیں گے۔ کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا اس لئے کہ آدمی تو آپ وہی ہیں لیکن پنشن پر ہیں۔ بنک کے ملازم ہیں۔ بنک آپ کو فسیلیٹیٹ **Ficilitiat** کرتا ہے لیکن وہ بات نہیں رہی میں نے کہا ہمارا مسلمانی کا مسئلہ کچھ اس طرح پھنسا ہوا ہے کہ ہم پنشن یافتہ مسلمان ہیں۔ اسلام کے ساتھ وابستہ بھی ہیں، اُس کے مفادات بھی لے رہے ہیں، لیکن ہم ایفیکٹو **Efective** نہیں رہے ہمارے دستخطوں سے اب ہوتا کچھ نہیں۔ ہماری دعاؤں میں جان نہیں رہی، ہمارے کردار میں کوئی جان نہیں رہی، ہماری سوچ ,فکر میں، ہماری سوچ ہی شکست خوردہ ہے۔ اس لئے کہ جس طرح ایک پنشنر کا حوصلہ نہیں پڑتا کہ وہ کوئی حکم دے سکے۔ بڑے بڑے آرمی آفیسرز جرنیل تک ریٹائرڈ ہو جاتے ہیں کیا پھر اُن کے کسی حکم پہ کوئی فوجی سپاہی عمل کرتا ہے۔ جرنیلی تو باقی رہتی ہے، سہولتیں باقی رہتی ہیں، پنشن ملتی رہتی ہے لیکن وہ بات نہیں رہتی۔ تو ہماری یہ جو پنشن یافتہ مسلمانی ہے اس میں ہمارے حوصلے بھی اتنے پست ہو گئے ہیں کہ ہمیں پتہ ہے ہمارے کہنے سے کیا ہوگا؟ آپ کسی سے پوچھ لیں اُس کا جملہ یہی ہوگا کہ میرے کرنے سے کیا ہوگا؟ اور جو حاضر سروس ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں جہاں تک میرا بس چلتا ہے وہاں تک تو ہوگا۔ آپ کسی حاضر سروس سے پوچھیں تو وہ کہے گا کہ بھئی جہاں تک میرا بس چلتا ہے وہاں تک تو ہوگا۔ اگر وہ ایک نائب صوبیدار، ایک حوالدار، بھی ہو حاضر سروس ہے تو وہ کہتا ہے میرا جہاں تک حکم چلتا ہے وہاں تک ہوگا۔ پنشن یافتہ جرنیل بھی ہو تو وہ کہتا ہے میرے کہنے سے تو دو سپاہی بھی اٹنشن نہیں ہوں گے۔

> **میں یہ کام میں اس لئے چھوڑ رہا ہوں کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روٹھ نہ جائیں۔**

تو ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ الحمدللہ ہم مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے یہ اللہ کا احسان ہے۔ دنیا میں پہلی آواز اللہ اکبر کی ہمارے کانوں میں پڑی۔ ہم گرتے پڑتے وقت بے وقت نماز بھی ادا کر لیتے ہیں اور حج وغیرہ کی بھی کچھ چند رسومات جو ہوتی ہیں ہم کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں لیکن ہم عالم اسلام سے، اللہ کی فوج سے، حزب اللہ سے، پنشن پا رہے ہیں۔ اس لئے آپ کسی سے بات کریں اُس کا پہلا جملہ ہوگا بھئی میرے کہنے سے کیا ہوگا؟ بھئی کیوں نہیں ہوگا؟ زندہ قومیں تو یہ سوچتی ہیں کہ جو میرے حصے کا ہے وہ تو ہوگا۔ تو اس حضوری کے لئے شرط یہ ہے کہ بندہ نبی کریم ﷺ سے وابستہ ہو جائے۔ اعتبار کی بات نہیں کہ حضور ﷺ پر اعتبار کرے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں لا یومنُ احدُ کم. تم میں سے کوئی بندہ ایمان والا ہو سکتا ہی نہیں۔ حتی کہ جب تک اکون احب الیہ. میں محمد رسول اللہ ﷺ اُسے محبوب تر نہ ہو جاؤں اُس کے والدین سے اُس کی اولاد سے، روئے زمین کے ہر فرد و بشر سے، سب سے زیادہ محبوب میں ہو جاؤں تب اُسے ایمان کی چاشنی نصیب ہوتی ہے۔ تب اُسے پتہ چلتا ہے ایمان کیا ہے؟ تب وہ بندہ مومن بنتا ہے۔ دوسری محبتوں سے منع نہیں فرمایا جو فطری محبتیں ہیں۔ والدین سے، اولاد سے، ازواج سے، مال سے، کاروبار سے، گھر بار سے، منع نہیں فرمایا سب محبتیں اپنی جگہ ہوں لیکن میرے مقابلے میں سب ہیچ ہوں۔ میری بات آئے تو والدین چھوڑنے پڑیں چھوڑ دے۔ میری ذات کو نہ چھوڑے، میری بات آئے اولاد چھوڑنی پڑے چھوڑ دے میرا دامن نہ چھوڑے۔ میری بات آئے کائنات چھوڑنی پڑے، زندگی ہارنی پڑے ہار جائے میرا دامن نہ چھوڑے۔ تب اُسے پتہ چلتا ہے کہ ایمان کیا ہے؟ یہاں ہم چھوٹی سی دکان میں بیٹھے ہوں کوئی سودا لینے آ جائے نماز قضا ہو سکتی ہے اور ہم اُس میں الجھ جاتے ہیں کہ چند پیسے آ رہے ہیں۔ ہمارے رشتے، ہمارے تعلق، کا یہ عالم ہے ہم اپنے کردار پر نظر دوڑائیں تو بھی اس گھنٹوں کے

کردار پر تو اُس میں کتنے لمحات ایسے ہیں جن میں ہم نے کوئی لذت یا کوئی کام اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کو پسند نہیں۔ تو اس کا مطلب ہے کہ ہم مانتے ہیں لیکن ہم مانتے ہیں لوگوں نے بتایا ہے کوئی محمد رسول اللہ ﷺ تھے وہ اللہ کے نبی تھے اور ہم بھی مانتے ہیں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ بس بات ختم ہوگئی۔ ہم سُنی سنائی بات مانتے ہیں۔ ہم مولانا کی کہی ہوئی بات مانتے ہیں۔ ہم پیر صاحب کی بتائی ہوئی بات مانتے ہیں۔ ہم ماں باپ سے' والدین سے' بزرگوں سے' سُنا ہوا مانتے ہیں۔ ہمارا اپنا اُس سے اتنا تعلق بھی نہیں کہ وہ ہمیں حرام کھانے سے روک دے۔ وہ ہمیں ظلم کرنے سے روک دے۔ وہ ہمیں قتل کرنے سے روک دے۔ اس لئے نہیں کہ قتل میں پکڑا جاؤں گا اس لئے نہیں کہ ظلم سے بلکہ اس لئے کہ اس بات پر نبی کریم ﷺ خفا نہ ہو جائیں۔ دیکھیں ایک بات کے کتنے پہلو ہیں کہ اُس پہ قانونی گرفت آ جائے گی' اس پہ لوگ بھلا بُرا کہیں گے۔ اُس پہ پیسے خرچ ہوں گے۔ یہ ساری باتیں اپنی جگہ۔ لیکن کوئی یہ بھی تو کہہ دے کہ یہ سارا بوجھ تو میں اٹھا لیتا۔ مجھے لوگوں کی پرواہ نہیں ہے' میرا گھر بک جاتا' میں خرچ کر دیتا' میری جان جاتی' میں لگا دیتا لیکن یہ کام میں اس لئے چھوڑ رہا ہوں کہ اس سے نبی کریم ﷺ روٹھ نہ جائیں۔ جب یہ محمد رسول ﷺ کی ذات سے رشتہ بنتا ہے۔ تو پھر جا کر طلب الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی ذات کا اکیلا گواہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ ایک ہستی ﷺ نے بتایا ہے کہ اللہ ہے۔ تیس پارے قرآن جو آپ کے پاس ہے اُس کا اکیلا گواہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ کے علاوہ نزول وحی ابوبکر صدیقؓ نے بھی نہیں سُنی۔ انہوں نے بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے لب ہائے مبارک سے سُنی ہے۔ کسی دوسرے بندے نے اللہ کا کلام سُنا نہیں ہے۔ جس نے سنا محمد رسول اللہ ﷺ سے سُنا اللہ کی ذات' اللہ کی صفات

کوئی ایسا پاگل ہو جائے کہ سارے نقصان برداشت کر لے لیکن دامان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ چھوڑے۔ پھر جا کر طلب الٰہی پیدا ہوتی ہے اور عظمت الٰہی کا احساس ہوتا ہے۔

سب کا گواہ ایک ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ بات اعتبار کی نہیں ہے' بات بے اختیاری کی ہے۔ بات تعلق کی ہے' بات رشتے کی ہے' بات محبت کی ہے' بات عشق کی ہے' دیوانگی کی ہے۔ کوئی ایسا پاگل ہو جائے کہ سارے نقصان برداشت کر لے لیکن دامان محمد ﷺ کو نہ چھوڑے۔ پھر جا کر طلب الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ عظمت الٰہی کا اندازہ ہوتا ہے۔

ہر آدمی کا اپنا ویژن ہوتا ہے۔ ہر آدمی کی اپنی استعداد ہوتی ہے۔ ہر آدمی کا اپنا شعور ہوتا ہے۔ ہر آدمی کی اپنی نظر ہوتی ہے۔ اُس کے مطابق اُسے عظیم نظر آتا ہے لیکن سب کو ہی عظیم نظر آتا ہے۔ سب کو ہی کریم نظر آتا ہے۔ سب کو ہی خوبصورت ترین نظر آتا ہے۔ سب کو ہی ایسا جمال نظر آتا ہے کہ اُس میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے۔ اُس پہ جان نچھاور کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن یہ جی تب چاہتا ہے جب پہلے وہ نظر آئے۔

سب سے پہلی شہادت جو اسلام میں ہوئی وہ ایک خاتون کی ہے۔ حضرت سمیہؓ تعالیٰ عنہا حضرت یاسرؓ کی اہلیہ تھیں اور غلام خاندان تھا۔ ایک بیٹا تھا' ایک بیٹی تھی' خود تھے اور مکہ مکرمہ میں بعض خاندانی غلام تھے جو کئی پشتوں سے پشت در پشت غلام آ رہے تھے اُن میں سے تھے۔ انہیں نبی کریم ﷺ سے محبت ہو گئی اللہ کی معرفت نصیب ہوگئی۔ ابی جہل کو یہ سخت نا گوار گزرا کہ یہ جو نسل در نسل غلام ہیں۔ اب یہ بھی ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہیں گے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سچا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا خدا سچا ہے اور ہمارے بت اور ہمارے آباؤ اجداد کا مذہب جھوٹا ہے۔ یہ بھی ہم پہ نفرین کریں گے۔ سب کو گھسیٹ کر گلی میں لے گئے اور مارنا شروع کر دیا۔ بے پناہ مارا دوسرے دن تیسرے دن۔ عجیب حادثہ ہوا۔ گلی میں اُن پر ستم توڑے جا رہے ہیں۔ بیٹا جا رہا ہے۔ زخموں سے چور ہیں۔ خون بہہ رہا ہے۔ اُدھر سے نبی کریم ﷺ کا

گزر ہوا دوسری گلی سے حضور ﷺ سامنے آئے تو رُک گئے۔ یہ مظلوم ہی کہتے کہ یا رسول اللہ ﷺ ان ظالموں کو بدعا دیجئے۔ کہ ہماری جان چھوڑ دیں یا ہمیں دعا دیجئے کہ ان سے ہماری جان چھوٹ جائے۔ یہ ہوش نہیں کسی نے آپ کو دیکھا تو جمال جہاں آرا میں کھو گئے۔ یہ پتہ ہی نہیں ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے وہ بات یاد ہی نہیں کہ زمین پر لکڑیاں گڑی ہوئی ہیں اور ہاتھ پاؤں رسیوں سے کھینچ کر اُن سے بندھے ہوئے ہیں اور اوپر سے کوڑے برسائے جا رہے ہیں۔ زخموں سے چور ہیں۔ خون رس رہا ہے۔ یہ یاد ہی نہیں ہے حضور ﷺ کو دیکھا تو دیکھتے رہے اُس میں کھو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اصبرو یا ال یاسر. اے یاسر تعالیٰ عنہ کے خاندان والو ڈٹے رہو۔ کوئی بات نہیں، اس کی کوئی حیثیت نہیں جو ہو رہا ہے۔ ان موعدکم الجنتہ. تمہارے ساتھ تو جنت کا وعدہ ہو گیا۔ ڈٹے رہو۔ اس منزل سے گزرو گے تو تمہیں جنت میں میری غلامی نصیب ہو گی۔ نہ کسی نے درد کی بات کی۔ نہ کسی نے زخموں کی بات کی۔ نہ کسی نے تکلیف کی بات کی۔ نہ انہوں نے کی اور نہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی فرمایا ڈٹے رہو۔ جو ہوتا ہے ہونے دو۔ لیکن تمہارے ساتھ جنت کا وعدہ ہے۔ میں تمہیں ساتھ لے کے جاؤں گا۔ اُس عفیفہ کے سینے پہ خنجر رکھ کے ابی جہل نے کہا کہ دل سے نہ کہو زبان سے کہہ دو کہ میں محمد ﷺ کے خدا کو نہیں مانتی ہوں۔ میرا بھرم تو رہ جائے مجھے لوگ کیا کہیں گے کہ اتنا بڑا سردار تھا اور ایک ضعیف خاتون سے، ایک بڑھیا سے اپنی بات نہ منوا سکا؟ سو وہ فرمانے لگی تو بے وقوف ہے۔ جو سامنے ہے اُس کا انکار کر دوں اور تو تو مجھے دکھائی بھی نہیں دے رہا میری آنکھوں پر تو خون کی پپڑیاں جم گئی ہیں اور تیری بات مان لُوں تو میری بات مان تو بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے خدا کو مان لے لیکن اُن کی بات بڑی عجیب تھی کہ جو سامنے ہے اُس کا انکار کر دوں۔ وہ جو عشق تھا نبی کریم ﷺ سے اُس نے آنکھوں کو وہ جلا دی۔ اب جسے جمال الٰہی سامنے نظر آ رہا ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ اُسے درد بھی ہو رہا ہو گا یا اُسے تکلیف۔ ہوتا رہے اُسے درد کی پرواہ کیا ہو گی؟ وہ تو اپنی دید میں کھویا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ خنجر مارا اور دو جانوروں سے اُن کی دونوں ٹانگیں باندھ دیں ایک کو ایک سمت دوڑا دیا دوسرے کو دوسری سمت، اونٹ تھے یا گھوڑے تھے مجھے یاد نہیں۔ اُن کا وجود مبارک دو حصوں میں چیرا گیا۔ لیکن اللہ اللہ نہ چھوٹی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ! اس منزل سے گزرو گے تو تمہیں جنت میں میری غلامی نصیب ہو گی۔

جب منزل متعین ہو جائے اور دھند چھٹ جائے اور منزل سامنے ہو تو آدمی اس سے گزر جاتا ہے۔ اور منزل سامنے نہ ہو تو شکایت کرتا ہے کہ میں نے رات دو بار ذکر بھی کیا۔ پانچ نمازیں بھی پڑھیں۔ میرا ہی بیٹا بیمار ہو گیا۔ دونوں باتوں میں کتنا فرق ہے۔ مجھے نوکری نہیں ملتی، میرا جانور بیمار ہو گیا، بھئی یہ تو روٹین کے کام ہیں۔ نظام الٰہی ہے۔ اس میں پیدا بھی ہوں گے۔ اس میں مریں گے بھی۔ اس میں صحت مند بھی ہوں گے اس میں بیمار بھی ہوں گے اور یہ سارا فطرت کا جو عمل ہے۔ نیچر کا جو پراسس ہے یہ مومن و کافر سب پہ چل رہا ہے۔ اُن کے ہاں بھی ولادتیں ہوتی ہیں مرتے بھی ہیں وہ امیر بھی ہیں، غریب بھی ہیں۔ صحت مند بھی ہیں بیمار بھی ہیں۔ یہ سب نیچرل پراسس ہے فطرت کا ایک طریقہ ہے۔ فطرت کا ایک عمل ہے جو چلتا رہتا ہے چل رہا ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ مرنے والا کس بات پہ مرا۔ جینے والا کس بات پہ زندہ ہے۔ اُس کی زندگی کی منزل ہے بھی یا نہیں اور جب یہ منزل متعین ہو جائے دھند چھٹ جائے یقین ہو جائے کہ وہ سامنے میری منزل ہے تو پھر آدمی اُس کے لئے دوڑتا

ہے اور اللہ کریم فرماتے ہیں والذین جاھدو فینا. جولوگ میرے لئے مجاہدہ کرتے ہیں۔ فینا. ہمیں پانے کے لئے، مجھ سے دولت مانگنے کے لئے، مجھ سے صحت مانگنے کے لئے، مجھ سے عافیت مانگنے کے لئے، کوئی چیز ٹارگٹ نہیں رکھی حالانکہ یہ سب چیزیں اُس سے تو مانگنی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اپنے رب سے مانگو۔ کہاں سے مانگو گے؟ ہر چیز اُس سے مانگنی ہے لیکن ہر چیز کا مانگنا جینے کی شرط نہیں ہے۔ جینے کی شرط ہے اُس سے اُس کا مانگنا۔ فرمایا جو ایسا کرتے ہیں۔

لنھدینھم سبلنا. میں اُن کے لئے اپنے سارے راستے کھول دیتا ہوں۔ زندگی تضادات ہی کا نہیں انقلابات کا مجموعہ ہے۔ آدمی صبح کچھ اور دیکھ رہا ہوتا ہے شام اُسے کچھ اور دیکھنا پڑتا ہے۔ شام کچھ اور سوچ رہا ہوتا ہے صبح اُسے کچھ اور سوچنا پڑتا ہے۔ اُسے زندہ رہنے کے لئے رزق کمانا پڑتا ہے۔ اُسے زندہ رہنے کے لئے لوگوں سے تعلقات رکھنے پڑتے ہیں۔ ان سارے کاموں کو کرتے ہوئے اگر اُس کی منزل صاف ہو جائے۔ اپنے یہ سارے بوجھ اٹھائے ہوئے وہ چلتا منزل کی طرف رہتا ہے۔ اور ذکر الٰہی، ذکر قلبی، کی مثال صابن کی ہے جسے آپ دل پہ لگاتے رہیں، لگاتے رہیں، لگاتے رہیں کچھ تو اُس سے میل کٹے گا ہی۔ جیسے آپ ﷺ نے فرمایا لکل شیءٍ صقالته وصقالته القلوب ذکر اللّٰه. ہر چیز کو صاف کرنے کے لئے پالش ہوتی ہے۔ صیقل ہوتی ہے جس سے اُس پہ لگاتے ہیں پالش اور وہ چمک جاتی ہے۔ دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ پاک سے جو گزرے انہیں اُس ایک نگاہ نے، اس منزل پہ پہنچا دیا کہ قرآن حکیم فرماتا ہے۔

ثم تلین جلودھُم. وقلوبھم الی ذکر اللّٰہ. خانہ دل تک وجود کا ہر ذرہ اُن کا ذاکر ہو گیا۔ ہر باڈی سیل اللہ اللہ کرنے لگ گیا۔ یہ پھل تھا جو نگاہ مصطفوی ﷺ کے طفیل انہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اپنے رب سے مانگو

نصیب ہوا۔ جو پھل ہوتا ہے وہ بیج بھی ہوتا ہے۔ جس درخت پہ جو پھل لگتا ہے اُس پھل کو آپ مٹی میں دبا دیں تو اُس پھل کے اندر پھر ایک درخت نکل آتا ہے۔ وہی بیج بھی ہوتا ہے۔ سو قرآن کریم نے کثرت ذکر کا حکم دیا کہ یہی بیج بھی ہے۔ جنہیں نگاہ مصطفوی ﷺ اس عالم آب وگل میں نصیب ہوئی۔ انہیں تو بغیر کسی اور محنت کے اُس ایک نگاہ کے صدقے یہ سارا کمال نصیب ہو گیا لیکن جو بعد میں آئیں گے وہ کیا کریں گے؟ فرمایا اس بیج کو اپنے دل میں بوئیں۔ اُس پہ یادالٰہی کا اور طلب الٰہی کا پانی لگائیں اور پھر اُن کا بھی وجود اور بدن کا ہر ذرہ ویسا ہی ذاکر ہو جائے گا اور مذکور کی طلب پیدا ہو جائے گی۔ اُس میں پھر اُسے ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ کا جمال دو جہانوں سے زیادہ محبوب ہو جائے گا۔

میرے بھائی! ہر آدمی اپنے لئے بہترین جج ہوتا ہے۔ آخرت میں بھی یہی ہوگا۔ کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیباً. تم اپنے جج ہو۔ بہترین جج اپنے تم خود ہو لہٰذا۔ اقرا کتابک. اپنا اعمال نامہ خود پڑھو۔ اپنی فائل پڑھو اور اپنی ججمنٹ کرلو۔ تم نے جو کیا ہے اُس پہ کیا ہونا چاہئے؟ اندازہ یہ کیا کرو کہ ذکر کی محفلوں سے کیا میری کوئی منزل متعین ہو رہی ہے ذکر قلبی سے کیا راستے کا غبار چھٹ رہا ہے۔ مراقبات ومنازل کی بات کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ بے شمار لوگوں کو مراقبات کرائے گئے اور وہ بارگاہ الوہیت سے رد کر دیے گئے اور بے شمار لوگ اس کی تڑپ میں مر گئے انہیں کوئی ملا نہیں برزخ میں اللہ نے دے دیئے۔ میں نے بارہا دیکھا حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو کہ بعض قبور کے پاس گزرتے ہوئے رُک گئے اور انہیں مراقبات کرا دیئے۔ یہ ایسے لوگ تھے جو دنیا میں یہ طلب لے کر چلے گئے کوئی دنیا میں کرانے والا انہیں ملا اللہ کریم نے برزخ میں سبب بنا دیا۔ کتنے ایسے ہیں جو برسوں حضرت جیؒ کی صحبت میں بھی رہے اور پھر سب کچھ ضائع کر کے چلے گئے۔ میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو برسوں حضرت جیؒ کی خدمت میں رہے اور جن کے مشاہدات

اتنے تیز تھے کہ وہ آنکھ بند نہیں کرتے تھے۔ ہمارے ساتھ بھی بات کر رہے ہوتے تھے اور برزخ بھی دیکھ رہے ہوتے تھے۔ اُن لوگوں کو بھی اس حال میں میں نے دیکھا کہ اللہ کے وجود کا انکار کیے پھرتے ہیں؟ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جب ہم ذکر اذکار کو طلب الٰہی کی بجائے اپنی ذات کے لئے استعمال کرتے ہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں ذکر کرتا ہوں اس سے میرے دنیوی کام ہونے چاہئیں۔ میں ذکر کرتا ہوں میری عزت ہونی چاہیے۔ میں ذکر کرتا ہوں میں بہت پارسا ہوں۔ میں ذکر کرتا ہوں لوگوں کو میرے سامنے جھک جانا چاہیے۔ جب یہ بات آتی ہے تو یہی ذکر سم قاتل بن جاتا ہے۔ غیرت الٰہی اس پہ جوش میں آجاتی ہے کہ جو کام میری ذات کے لئے مختص تھا تو اُسے بھی اپنے لئے۔ اس کا مطلب ہے تو میرا شریک بننا چاہتا ہے وہ بندہ تباہ ہو جاتا ہے۔ کوئی اور گناہ کر لے تو اس طرح تباہ نہیں ہوتا۔ ہر گناہ ممکن ہے کہ بندے سے ہو جائے توبہ اُس گناہ کو مٹا دیتی ہے۔ اللہ کا کرم معاف کر دیتا ہے لیکن جو چیز اللہ کے لئے خاص ہے جب وہ اپنے لئے کرتا ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے۔ الکبرُ رداءِ ی کہ بڑائی تو میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ میری چادر ہے۔ تو نے میری چادر میں ہاتھ ڈالا۔ میری چادر مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ میرے جیسا بننا چاہتا ہے۔ کہ لوگ میری عبادت بھی کرتے ہیں تیری بھی عبادت کریں۔ جب یہ چیزیں آتی ہیں تو یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ سخت ترین سزا دی جاتی ہے جب انکار پہ آتے ہیں تو مولانا تھانوی رحمتہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ صوفیا کا اور اہل اللہ کا اگر کوئی انکار کر دے تو یہ کفر تو نہیں ہے فرمایا نہیں صرف نبی کا اور صحابہ کا انکار کفر ہے، جو قرآن نے بتایا کہ ان کا انکار کفر ہے۔ اُس کے بعد کوئی کسی کو ولی مانتا ہے یا نہیں، ماننا کفر نہیں ہے لیکن فرمانے لگے مرتے عموماً کفر پر ہی ہیں۔ یہ کفر تو نہیں ہے لیکن ایسا کرنے والے لوگ مرتے کفر ہی پر ہیں۔

تو کوئی محض رسمی آنا جانا، مل بیٹھنا، نہیں ہے میرے بھائی! تعین منزل کی بات ہے۔ صفائے قلب کی بات ہے۔ اک محنت ہے۔ اک کوشش ہے۔ حلال کما کر اچھا کھاؤ، اچھا پہنو، رزق حلال کما کر اور دنیا میں عزت سے رہو۔ لیکن دل کو اُس کی منزل دکھاؤ اُس سے آشنا کرو۔ نبی کریم ﷺ کا درد محبت دل میں پیدا کرو اور اپنا اپنا حساب کرتے رہو۔ بندہ جب کام کرنے لگتا ہے وہ تول لیتا ہے کہ یہاں سے مجھے دنیا کا فائدہ مل رہا ہے لیکن کیا حضور ﷺ نے منع کر دیا۔ اب میں حضور ﷺ کی بات رکھتا ہوں یا دنیا پہ مرتا ہوں۔ اُسے اپنی سمجھ خود آنی رہتی ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہم دوسروں کو دیکھتے ہیں اپنی طرف دیکھتے کم ہیں۔ چاہیے یہ کہ دوسروں کو اللہ کے حوالے کرو اپنی طرف دیکھو۔ ہمیں تو اپنا حساب دینا ہے۔ ہم سے دوسرے کا تو نہیں پوچھا جائے گا۔ تو اللہ کریم آپ کا آنا جانا مل بیٹھنا محنت ومجاہدہ قبول فرمائے۔ منزل بھی واضح کرے۔ راستہ بھی دکھا دے اور راستہ آسان کر دے وہ ہر چیز پہ قادر ہے۔ وقت جوں جوں گزرتا ہے۔ بات جوں جوں آگے بڑھتی ہے وہ قوت، وہ استعداد، کم ہوتی چلی جاتی ہے جو برکات حضرتؒ کے وجود عالی سے تھیں جو اُن کے ساتھ تھیں۔ اب جو ٹوٹا پھوٹا کام ہم سے ہو رہا ہے اُس میں وہ قوت، وہ لذت، وہ شیرینی کہاں؟ جو بعد میں آئیں گے تو ایک فطرت کا قانون ہے کہ اس سے بھی معیار کم ہو جائے گا۔ سو ہر لمحے کو غنیمت سمجھو اور اپنی منزل اپنے مقصد کو پہنچانو۔ اُس پہ نگاہ رکھو اور ساری کوشش اُس کیلئے وقف کر دو۔ آمین ثم آمین

ہر لمحے کو غنیمت سمجھو اور اپنی منزل اپنے مقصد کو پہنچانو۔ اُس پہ نگاہ رکھو اور پھر ساری کوشش اُس پر صرف کر دو۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

گزشتہ دنوں ایک خاتون کو خواب میں رحمت دو عالم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ اس نے خواب میں جو دیکھا اس کی روداد امیر محمد اکرم اعوان کو ای میل کر کے رہنمائی چاہی۔ سو ہم اس کا ای میل لیٹر بمعہ ترجمہ اور امیر محمد اکرم اعوان کی طرف سے تعبیر قارئین المرشد کیلئے شائع کر رہے ہیں (ادارہ)

aoa

hazrat ji

last night at fajr time is saw dream, i saw prophet Muhammad (saw) he was not feeling well and was waiting to be taken away from this world. the sky was dark and he was predicting bad times ahead. since i knew this was the only time i would ever get to talk to him i asked few questions. i asked him what name i should give my son(i am in my 7th month) as there would be no greater honour to have my child named by prophet Muhammad (saw). he replied 'tah ba tah' i inquired explaination and he said meaning again and again - i asked explanation again and he said the time of hazrat Abu Baker siddique was greatest after me so it should com again and again. i understood that his mind was totally in the political conditions of the muslim world and in accordance to that he wanted to me to name the child. something good that should happen again and again. i need your guidence in this matter in finding a name that has the same meaning.

the other question i asked him was that what will happen when you leave us(i was talking of the present day)and he said there will be alot of blood shed and unrest. i asked him then what would people do (i was every scared at this time because of the forecoming time he was telling us about)and he said people will try to equalize things.

i woke up at fajr not feeling happy for having met him but very very scared and INSECURE.

i dont know what to do so i am seeking your guidence. please help.

with best wished.

السلام علیکم! پچھلی رات میں نے فجر کے وقت ایک خواب دیکھا۔ میں نے خواب میں حضرت محمد ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ بہتر محسوس نہیں کر رہے تھے اور انتظار میں تھے کہ آپ ﷺ کو اس دنیا سے اٹھا لیا جائے۔ آسمان تاریک تھا اور آپ مستقبل میں پیش آنے والے بُرے وقت کا تذکرہ کر رہے تھے۔ جب میں نے دیکھا کہ میرے پاس اب یہ نادر موقع ہے کہ میں کوئی بات پوچھ سکوں تو میں نے پوچھا کہ میں اپنے ہونے والے بیٹے کا کیا نام رکھوں کیونکہ میرے بیٹے کیلئے اس سے زیادہ خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا نام آپ ﷺ تجویز فرمائیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا تہہ بہ تہہ۔ میں نے وضاحت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''بار بار'' میں نے دوبارہ وضاحت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور سب سے عظیم تر ہوگا اور ایسے دور کو بار بار آنا چاہئے۔ میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مکمل طور پر مسلمانوں کی سیاسی حالت کے متعلق کہہ رہے ہیں اور مجھے بھی اسی مناسبت سے نام رکھنے کا کہہ رہے ہیں کچھ اچھا بار بار ہونا چاہئے۔ مجھے اس سلسلہ میں آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے تا کہ میں اس مفہوم کے مطابق نام رکھ سکوں۔

پھر میں نے دوسرا سوال کیا کہ آپ ﷺ کے جانے کے بعد کیا ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خون خرابہ اور بدامنی ہوگی تو میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا کرنا چاہئے مجھے اس وقت آنے والے وقت سے خوف ہونے لگا تھا جن کے متعلق آپ ﷺ بتا رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ چیزوں کو برابر کرنے کی کوشش کریں گے پھر میں نماز فجر کیلئے اٹھ گئی اور بہت خوف محسوس کر رہی تھی۔

اس سلسلہ میں آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

☆☆ تعبیر ☆☆

امیر محمد اکرم اعوان نے خواب کی جو تعبیر بتائی درج ذیل ہے۔

آپ کو زیارت مبارک ہو یہ خاتمہ بالایمان کی دلیل ہے۔

آپ ﷺ اسلام کا سمبل ہیں لہذا آپ ﷺ کو اس حال میں دیکھنے سے مراد ملک میں اسلام کی حالت سے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بے دینی اور بے حیائی مسلسل بڑھ رہی ہے آخر کار بدحالی بدامنی ایک عظیم جنگ پر منتج ہو گی جس میں بہت خون بہے گا اسلام فاتح ہو کر نافذ العمل ہو گا اور انشاء اللہ عہد صدیقی پلٹے گا اور قیامت تک یہ عمل جاری رہے گا کہ جب بھی برائی بڑھے گی تباہ ہو گی اور نیکی غالب ہو گی۔

آپ نے جو بچے کا نام پوچھا تو حضور اکرم ﷺ کا ارشاد "تہہ بہ تہہ" سے مراد شکم مادر کے پردے ہیں کہ ابھی تو پردوں میں ہے اور آپ نام پوچھ رہی ہیں اغلب یہ ہے کہ بچی ہو گی۔

واللہ اعلم بالصواب ٥

امیر محمد اکرم اعوان

محبت پیدا کرو

لوگو! ہم نے نفرتیں سیکھی ہیں ہمیں نفرتیں ہیں۔ ہر ایک سے نفرت' اپنوں سے نفرت' بیگانوں سے نفرت' اپنی ذات تک سے بھی نفرت' محبتیں سیکھو۔ دلوں میں محبتیں پیدا کرو اللہ سے، اللہ کے حبیب ﷺ سے، اللہ کے دین سے جب محبت ہوگی تو ہر ہر کام اپنی جداگانہ لذت دے گا۔ محبت نہیں ہوگی تو ایک معمول کا کام ہے جو ہوتا رہے گا اس لئے اللہ سے محبت مانگا کرو۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال 04-01-02

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال قال رسول اللہ ﷺ لا یومن احدکُم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین. او کماقال رسول اللہ ﷺ

اللہ جل شانہٗ کا کلام صرف ایک ہستی کے ذریعے ساری مخلوق تک پہنچا اور وہ ایک ذات آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے کتنی عجیب بات ہے اللہ کریم قادر تھے جب وحی نازل ہوتی تو جولوگ پاس موجود تھے وہ سب سن سکتے تھے۔ اللہ کریم سنوا سکتے تھے لیکن اُس کی قدرت کاملہ کہ نزولِ وحی صرف حضور اکرم ﷺ کے قلبِ اطہر پہ ہوتی تھی اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام جب ارشاد فرماتے کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔ تب کسی دوسرے فرد کو پتہ چلتا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کو پتہ چلتا۔ اس لئے کہ وحی اللہ جل شانہٗ کا ذاتی کلام ہے اور اُس کی ذات کے کلام کو سننے کے لئے ایک استعداد' ایک قوت' سماعت جو ضروری ہے وہ صرف اور صرف نبی کے قلب اطہر میں ہوتی ہے غیر نبی کے قلوب اللہ کی کلام ذاتی کو سننے کی استعداد نہیں رکھتے۔

موجودہ سائنس نے آواز کی بہت سی توجیہات کی ہیں اور سماعت کی فریکونسی مقرر کر ایک خاص فریکونسی کا ہارن گاڑی میں لگا دیا جب گاڑی کا سوئچ آن ہوتا ہے تو ہارن بجنے لگتا ہے لیکن کوئی انسان اُسے نہیں سنتا انسانی قوت سماعت کی جو فریکونسی ہے اُس سے اس کی فریکونسی بہت لو Low ہے وہ بج رہا ہوتا ہے

حدیث پاک کا انکار
ویسا ھی کفر ھے جیسا
قرآن کریم کا انکار

دی ہیں۔ انسان کی نسبت جانوروں کی قوت سماعت اتنی تیز ہوتی ہے کہ کچھ آوازیں جو انسان نہیں سن سکتا وہ سن لیتے ہیں۔ امریکہ کے بعض شہروں میں جہاں جنگلی جانوروں کا تحفظ کیا جاتا ہے تو ہرن قسم کے یا اینڈیر قسم کے یا اس طرح کے جنگلی جانور شہروں میں گھس آتے ہیں۔ سڑکوں پہ آجاتے ہیں' حادثات ہوتے ہیں' مارے جاتے ہیں' اُس کا حل انہوں نے یہ کیا کہ لیکن انسان کو سنائی نہیں دیتا مگر جو جانور سڑک پر ہو وہ سن لیتا ہے۔ اور وہ ہٹ جاتا ہے۔ اگر انسانوں اور حیوانوں کی قوت سماعت میں اتنا فرق ہے تو عام آدمی اور اللہ کے نبی کی استعداد اور سماعت کا فرق ملاحظہ کیجئے۔

یہ تیس پارے قرآن حکیم ہمارے پاس موجود ہے جو نبی علیہ الصلوۃ

والسلام پر نازل ہوئی اور جن الفاظ میں، جن جملوں میں، جس طرح کے فقرے، جس طرح کے مضامین نازل ہوئے اُسی طرح کے حضور اکرم ﷺ نے بیان فرما دیئے گویا قرآن حکیم میں الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے ہیں اور معانی ومفاہیم بھی رب کریم کی طرف سے دیئے گئے۔ وحی ... وہ ہے جو وحی نازل ہوئی قلب اطہر رسول اللہ ﷺ پر لیکن اُسے حضور ﷺ نے اپنے الفاظ میں ارشاد فرمایا بات اللہ کی ہے الفاظ محمد رسول اللہ ﷺ کے ہیں لہذا وہ حدیث پاک ہے حدیث پاک کا انکار ویسا ہی کفر ہے جیسا قران کریم کا انکار چونکہ وہ بھی وحی ہے یہ بھی وحی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ قرآن کریم کو حفاظت الٰہیہ حاصل تھی لہذا اس میں کوئی مداخلت نہ کر سکا جبکہ احادیث مبارک میں بہت سی حدیثیں لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ کے داخل کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ کریم نے اُس کی حفاظت کا بھی انتظام فرما دیا چونکہ وہ بھی وحی تھی لہذا مسلمانوں نے سترہ علوم ایجاد کئے جو حدیث پاک کی حفاظت جانچ اور پرکھ کرتے ہیں۔ اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ایک فن اُن میں سے اسماء الرجال کا ہے۔ جس کی نظیر دنیائے علم میں نہیں ملتی، جتنے لوگوں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے حدیث بیان کی ہے الفابیٹیکلی حروف تہجی کی ترتیب پر اُن کے تمام اسماء گرامی کی ترتیب ہے۔ پھر اُن کے حالات زندگی، اُن کا کردار، اُن کی قوت حافظہ، یہ ساری تفصیلات اُس میں درج ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص کیسا تھا اور اس کا حافظہ کیسا تھا۔ کہیں بھول تو نہیں گیا اس طرح سے احادیث مبارکہ میں سے بھی صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع الگ کر دی گئیں کہ یہ صحیح ہے اس پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں حسن اس کی صحت بہت اچھی ہے لیکن اُس درجے کی نہیں جو صحیح کی ہے۔ اسی طرح سے ضعیف کہ اس میں کمزوری ہے کسی جگہ کوئی راوی کمزور ہے یا کوئی بیان کرنے والا دماغی اعتبار سے یادداشت اُس کی کمزور ہے۔ اُسے ضعیف لکھا گیا اور موضوع الگ کر دی گئی کہ یہ نبی کریم ﷺ کے الفاظ نہیں ہیں یہ کسی نے گھڑ کے ڈال دی ہے وضع کردہ ہے نامدار ﷺ نے فرمایا۔ لا یومن احدکم. تم میں سے کوئی بھی اُس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا مومن نہیں ہو سکتا اُس کا ایمان قابل قبول نہیں ہے۔ حتی اکون احب الیہ. جب تک میں محمد رسول اللہ ﷺ اُسے اتنا محبوب نہ ہو جاؤں۔ من والدہ وولدہ۔ اُس کے والدین سے زیادہ اُس کی اولاد سے زیادہ، یعنی میری ذات اُسے اتنی محبوب ہو جائے کہ اپنے والدین سے زیادہ اپنی اولاد سے زیادہ۔ والناس اجمعین. اور دنیا کے ہر فرد و بشر سے زیادہ محبت جو ہے اُس کی میرے ساتھ ہو۔ جسے محبت کا یہ

اللہ کا حبیب ﷺ ایسی ہستی ہے جس میں خوبی ہی خوبی ہے۔

موضوع ہے۔ تو وہ بھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا اور آج کوئی ایسی حدیث مبارکہ نہیں ہے جس کے بارے میں متقدمین نے آئمہ احادیث نے شارحین حدیث نے یہ فیصلہ نہ کر دیا ہو کہ یہ کس درجے کی حدیث ہے۔

جو حدیث پاک میں نے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے یہ صحاح کی حدیث ہے صحیح ترین احادیث کے جو مجموعے جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں چھ کتابیں احادیث کی جن میں ساری صحیح احادیثیں جمع کی گئی ہیں بڑی چھان پھٹک کے بعد اُن سب میں موجود ہے آقا درجہ حاصل نہیں ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں وہ مومن نہیں ہے وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا لا یومن ُ۔ وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بھی نہیں فرمایا کہ وہ مومن نہیں ہے فرمایا وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا۔

اب یہ محبت کیسے ہو؟ زندگی اللہ کی عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے اور اتنی قیمتی نعمت ہے کہ دنیا میں آنے کے لئے ایک بار فرصت ملی ہے۔ جب وقت ختم ہو جاتا ہے تو کوئی بڑے سے بڑا ڈاکٹر، کوئی بڑے سے بڑا طبیب، کوئی بڑے سے بڑا انسان، ایک لمحہ اُسے بڑھا نہیں

سکتا۔ معجزات انبیاء علیہم السلام الگ بات ہے۔ اس میں محبت کا ایک عجیب قرینہ اور سلیقہ ہے۔ ہم مختلف چیزوں سے محبت کرتے ہیں اور منع نہیں ہے دولت سے محبت منع نہیں ہے۔ گھر سے محبت منع نہیں ہے۔ بیوی بچوں سے محبت منع نہیں ہے۔ دوستوں سے محبت منع نہیں ہے۔ اپنے اقتدار و وقار سے، اپنی آن زاپنی عزت سے محبت، یہ منع نہیں ہے۔ یہ ساری محبتیں اپنی جگہ ہوں لیکن جب معاملہ آ جائے رسول اللہ ﷺ کا تو یہ ساری محبتیں قربان کی جا سکیں محبت پیامبر ﷺ پر۔ وہ کے لئے ایک تمنا دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ یہ میرے پاس رہے، میرے ساتھ رہے، میری ہو۔ اسی جذبے کو محبت کہتے ہیں اور یہ ہر انسان میں فطرتاً ہے کسی کو مال و دولت سے محبت ہے۔ وہ لباس کی پرواہ نہیں کرتا، گرمی سردی کی پرواہ نہیں کرتا، دوستی دشمنی کی پرواہ نہیں کرتا۔ حصول مال کے لئے دیوانہ ہے، جہاں سے ملے جیسے ملے جمع کئے جا رہا ہے۔ کسی کو اپنی شہرت سے محبت ہے اور اُس کے لئے وہ کسی پریشانی کی پرواہ نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ مال جائیداد بھی

جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ محبوب کا غلام ہو جاتا ہے

سب سے زیادہ قوی ہونی چاہیے۔ ہم کیسے محبت کرتے ہیں؟ محبت ہوتی کیا ہے؟ اس پہ بڑا لکھا گیا بڑے ادیبوں نے، شاعروں نے، دانشوروں نے مختصر الفاظ میں بھی باتیں کیں اور طویل تشریحات بھی اور کتابیں بھی لکھیں۔ لیکن میرا خیال ہے اگر ہم کم از کم الفاظ میں سمجھنا چاہیں تو کوئی چیز، کوئی فرد، جو ہمیں بہت اچھا لگتا ہے کوئی آواز جو ہمیں بہت اچھی لگتی ہے، کوئی صورت جو ہمیں بہت پسند آتی ہے، اُسے پانے کے لئے، اُس کے ساتھ رہنے کیلئے، اُسے اپنے ساتھ رکھنے

لٹائے جا رہا ہے کہ میری شہرت ہونی چاہئے۔ کسی کو اقتدار سے محبت ہے حصول اقتدار کے لئے وہ زندگی داؤ پہ لگا دیتا ہے، عمر جیلوں میں گزار دیتا ہے، ماریں کھاتا ہے، پریشان ہوتا ہے لیکن اپنی اُس محبت پہ قائم رہتا ہے کہ مجھے اقتدار ملنا چاہئے۔

یہ محبت کیوں ہوتی ہے؟ اُسے اقتدار کے فوائد کا یا اقتدار کے مزے کا پتہ ہے اس لئے وہ اُسے محبوب ہے۔ جسے پتہ ہی نہیں اقتدار میں کیا نشہ ہے وہ اُس سے محبت کیوں کرے گا؟ اب اس کلیے سے دیکھیں تو محبت کے لئے جاننا اور پہنچانا شرط ہے۔ جو جانے گا پہنچانے گا وہ محبت کرے گا۔ جو جانتا ہی نہیں وہ محبت کیا کرے گا؟ ایمان کے لئے مطالبہ یہ ہے کہ دنیا کے ہر فرد و بشر والدین اولاد سب سے بڑھ کر محبت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہو۔ اب یہ بڑھ کر تب ہی ہو کہ کوئی اس نظر سے جانتا ہو کہ اللہ کا حبیب ﷺ کون ہے؟ کیسا ہے؟ میرے لئے کیسا ہے؟ ہم جتنی محبتیں کرتے ہیں جس چیز سے، جس فرد سے بھی محبت کرتے ہیں اُس میں کوئی خوبی ہوتی ہے اُس خوبی کے ہم عاشق ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اُس میں بے شمار خامیاں بھی ہوتی ہیں۔ والدین اور اولاد کو لے لو ہم اُن کی محبت میں پاگل ہوتے ہیں لیکن والدین میں بھی بعض اوقات ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو ہمیں پسند نہیں ہوتیں اور اولاد تو اکثر اوقات نافرمان نکلتی ہے۔ اس کے باوجود اولاد وہی ہوتی ہے اس کے باوجود ماں باپ بھی اُن سے محبت کرتے ہیں۔ اُن کے بچاؤ کے اسباب اُن کے لئے کچھ نہ ہو سکے تو دعا تو کرتے ہی رہتے ہیں۔ روتے تو رہتے ہیں یعنی جس سے بھی ہم محبت کرتے ہیں۔ دولت سے محبت کرتے ہیں تو ضروری نہیں کہ سارا مال حلال ہی ملے اُس میں حرام بھی ہوتا ہے، ناجائز بھی ہوتا ہے، سود بھی ہوتا ہے، ظلم کا کمایا ہوا بھی ہوتا ہے یہ ساری خامیاں نظر انداز کر کے ہم محبت کئے جا رہے ہوتے ہیں؟

لیکن اللہ کا حبیب ﷺ ایسی ہستی ہے جس میں کوئی خامی نام کی چیز ہی نہیں خوبی ہی

خوبی ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ خامی کا وہاں گزر نہیں خوبی ہی خوبی ہے۔ کرم ہی کرم ہے' حسن ہی حسن ہے' لطافت ہی لطافت ہے' اور ایسی چیز ایسی ہستی' کوئی ایسا وجود عالی' ہمیں مل سکے ہمارے سامنے ہو ہم اُس سے محبت نہ کریں۔ کیسے ممکن ہے اگر ہم محبت نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو جانا نہیں' پہچانا نہیں' آپ ﷺ ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ سنی سنائی بات ہے۔ ایک بات ہے جو ہم آباؤ اجداد سے سنتے آرہے ہیں۔ علمائے کرام سے سنتے آرہے ہیں۔ دوست احباب سے سنتے آرہے ہیں کہ کوئی ایک ہستی ہے وہ اللہ کا رسول ﷺ ہے۔ ہم بھی اُسے نبی مانتے ہیں۔ چلو بات ختم ہو گئی۔ اگر معاملہ یہاں تک رہے تو بظاہر تو ہم مسلمان ہین لیکن حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ تم مومن نہیں ہو سکتے۔ یہ تو بڑی خطرناک بات ہے کہ ساری زندگی ہم خود کو مسلمان شمار کرتے رہیں اور قبر میں پہنچیں تو وہاں پر پتہ چلے کہ ہم تو مسلمان ہوئے ہی نہیں' ہم تو اس قابل ہی نہیں کہ مسلمان ہو سکیں۔ وہاں سے واپسی ممکن نہیں ہے کہ بندہ واپس آکر اصلاح کر لے۔ اور محبت اختیاری جذبہ بھی نہیں کہ جہاں چاہے محبت کرنا شروع کر دے۔ یہ تو نہیں بے اختیار ہو جاتی ہے جب کوئی چیز دل میں بس جاتی ہے' کھب جاتی ہے' زبردستی دل پر مسلط ہو جاتی ہے' تب محبت ہوتی ہے۔ اس کے لئے ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کو جاننا ہوگا۔

اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی نشر الحبیب فی ذکر الحبیب ﷺ۔ عربی میں کتاب ہے پھر آگے اردو میں ترجمہ ہے۔ عربی اردو دونوں میں ملتی ہے چھوٹی سی خوبصورت کتاب ہے۔ کسی نے پوچھا حضرت آپ نے مختصر سی اور جامع سی لکھی ہے حالانکہ سیرت طیبہ پر بہت بڑی کتابیں ہیں اور آپ کے علم کے مطابق آپ نے بڑی چھوٹی سی لکھی ہے۔ آپ تو بہت کچھ لکھ سکتے تھے۔ فرمایا جو بھی اس کتاب کو پڑھے گا اور پڑھنا شروع کر دے گا اور دہراتا چلا جائے گا ہر بار اُسے اللہ کے نبی ﷺ سے محبت ہوتی چلی جائے گی۔ ولادت باسعادت' بچپن' لڑکپن' چھوٹے واقعات' چھوٹے جملے' چھوٹے پیرہ گراف' چھوٹی سی کتاب لیکن واقعی یہ بات حق ہے کہ جو پڑھنا شروع کر دے اُسے اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ باریکیاں اُس میں بیان کی گئی ہیں مختصر الفاظ میں اور عام فہم الفاظ میں۔ بہت طویل کتابوں میں مضمون اتنا لمبا ہو جاتا ہے کہ اصل بات قاری کے قابو نہیں آتی۔ کوئی بڑا فاضل ہو تو اُس طویل مضمون میں سے مفہوم حاصل کر لے ورنہ عام آدمی مضمون کی طوالت میں کھو جاتا ہے۔ اصل بات رہ جاتی ہے۔ تو اُس میں حکمت یہ ہے کہ اِس میں وہ مقصد کی بات ہے اُس میں طوالت نہیں ہے۔ اسی طرح سے آپ کسی پڑھے لکھے سے ذکر خیر سنتے رہیں۔ یعنی آپ پڑھ کر جانیں' سُن کر جانیں' شرط تو جاننا ہے جاننے سے محبت پیدا ہو گئی اور محبت کا ایک معیار ہے ایک عرب شاعر نے کہا تھا جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ محبوب کا غلام ہو جاتا ہے ایسا پاگل ہوتا ہے کہ وہی کرتا ہے جو محبوب کہتا ہے ساری دنیا کچھ کہتی رہے پرواہ نہیں کرتا ساری دنیا روکتی ہے نہیں رُکتا۔

> **آدھی قوم تو بستر باندھ کے اس بات پہ پھرتی ہے کہ ہمیں یاد کرائے کہ ہم مسلمان ہیں اور اس ساری محنت کے باوجود' پھر ہم اُس جگہ کھڑے ہیں کہ خیر ہے جی مسلمان تو ہیں**

مجھے بڑی حیرت ہوئی اگلے دن سٹیلائٹ پہ ایک پروگرام آرہا تھا بہت اچھا پروگرام تھا اور مجھے بڑی خوش گوار حیرت ہوئی اور مجھے خوشی بھی ہوئی کہ کسی بندے نے تو یہ بات کہی۔ کراچی کے ایک پی ایچ ڈی ڈاکٹر صاحب ہیں وہ بات کر رہے تھے اور وہ کہنے لگے کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ ہمیں یاد کرانے آتے ہیں کہ تم مسلمان ہو۔ میں نے دنیا میں پھر کے دیکھا ہے کوئی

یہودیوں کو یاد نہیں کراتا کہ تم یہودی ہو' کوئی عیسائیوں کو یہ یاد نہیں کراتا کہ تم عیسائی ہو' کوئی فرانسیسیوں کو یہ یاد نہیں کراتا کہ تم فرانس کے رہنے والے ہو' کوئی امریکیوں کو یہ تبلیغ نہیں کرتا کہ تم امریکن ہو' سارے خود بخود ہی ڈٹے ہوئے ہیں۔ یہودی کہتا ہے میں یہودی ہوں۔ فرانسیسی کہتا ہے میں فرانسیسی ہوں۔ امریکن کہتا ہے میں امریکن ہوں۔ ایک ہم مسلمان ہیں کہ فوجوں کی فوجیں پھرتی ہیں جو ہمیں یاد کراتی پھرتی ہیں یار تم مسلمان ہو۔ ہم پھر بھی کہتے ہیں۔ ہوں گے دیکھا جائے گا۔ یعنی کیسی عجیب بات ہے کہ آدھی قوم تو بستر باندھ کے اس بات پہ پھرتی ہے کہ ہمیں یاد کرائے کہ ہم مسلمان ہیں اور اِس کے باوجود' اس ساری محنت کے باوجود' پھر ہم اُسی جگہ کھڑے ہیں کہ خیر ہے جی مسلمان ہوں گے۔ ہمارا کردار اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ ہم مسلمان ہیں۔

رات میں گھر سے آ رہا تھا۔ سخت سردی تھی اور بڑی دھند تھی۔ یہ جتنے پہ کیمرہ رکھا ہے اتنے پہ سڑک نظر نہیں آتی تھی ایک سائیڈ کی لائٹ سے سڑک کا ایک کنارہ چار پانچ گز آگے تک نظر آتا تھا اور جس طرح بندہ پیدل چلتا ہے۔ اُس رفتار سے میں گاڑی چلا رہا تھا اور یہاں آ کر مجھے مسئلہ ہو گیا کہ اپنا گیٹ مس نہ کر جائیں اتنی دھند تھی لیکن مجھے دو آدمی ملے وہ جنگل سے چوری کھوکاٹ کر وہ بڑے بڑے گٹھے اٹھا کر جا رہے تھے۔ اُس سردی میں' اُس اندھیر تاریکی میں' سانپ' بچھو' درندے' ہر چیز کا ڈر' پھر پکڑے جانے کا خطرہ۔ تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ اتنی تکلیف اس سردی میں ایک گٹھا کھوکا چوری کرنے کے لئے انہوں نے کیوں اٹھائی؟ اس لئے کہ انہیں اس کے فائدے کا پتہ ہے کہ یہ ہم لے جائیں گے۔ اس کے پتے ہماری بکریاں' جانور' بھینسیں' گائے' کھائیں گی اور ہمیں دودھ دیں گی۔ اُس کا جو فوری فائدہ ہے وہ انہیں پتہ ہے لیکن شاید یہ دونوں اب سردی سے ٹھٹھر کر جائیں گے تو نماز نہیں پڑھیں گے۔ سردی سے اب آئے ہیں پھر کون وضو کرے؟ اور کون اٹھے بیٹھے؟ کیوں نہیں پڑھیں گے؟ اللہ کرے انہوں نے پڑھی ہو لیکن عموماً ہوتا ایسا ہے کہ ہم نہیں پڑھتے۔ کیوں نہیں پڑھتے؟ اس لئے کہ ہم نے اُس ہستی کو نہیں پہچانا۔ جس نے ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا اُس سے واقفیت نہیں ہے کہ فردہ محشر جس کی بارگاہ میں جانے کی ضرورت پیش آئے گی۔ جس کی شفاعت کی ضرورت پیش آئے گی۔ اُس کی عظمت کا اندازہ نہیں ہے۔ اُس کے حسن و جمال کی خبر نہیں ہے۔ اُس کے حُسن مقال کی خبر نہیں ہے۔ اُس کے کمالات' اُس کے کرم اور اُس کی شفاعت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ سنا ہے کوئی محمد رسول اللہ ﷺ ہے اور اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں ٹھیک ہیں اور ہم مانتے ہیں بات ختم ہو گئی۔

> حیرت ہوتی ہے کہ ہم نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں' حج بھی کر آتے ہیں' روزے بھی رکھ لیتے ہیں' اس کے بعد بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے

میں حیران ہوتا ہوں کہ نکاح کے وقت علماء اُس سے چھ کلمے پڑھواتے ہیں۔ کیا وہ پہلے مسلمان نہیں ہے اور اگر نہیں ہے تو اُس وقت کلمے دہرانے سے ہو جائے گا۔ اُسے تو ان کلموں کا مفہوم بھی نہیں آتا' اُسے پتہ ہی نہیں کہ آپ اُس سے کیا کہلوا رہے ہیں؟ پھر یا تو اُس پہ وضاحت کریں کہ اس کلمے کا معنی یہ ہے اور یہ کلمہ پڑھنے سے تم میں یہ تبدیلی آ جائے گی۔ پھر اُس کے بعد تمہیں یہ بات ماننی ہو گی۔ تمہیں اللہ کی اللہ کے حبیب ﷺ کی اطاعت کرنا ہو گی۔ تم پر نماز فرض ہو جائے گی۔ روزہ فرض ہو جائے گا۔ تم پر حلال حرام کی پابندی فرض۔ پتہ نہیں یہ ساری باتیں اُسے نہیں بتاتے بھئی اگر آپ اُسے مسلمان کر رہے ہیں تو پھر تو یہ ساری باتیں بھی

اُسے بتائیں اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ پہلے سے مسلمان ہے تو پھر نئے سرے سے کلمے پڑھوانے کی کیا ضرورت ہے؟ یعنی ہمارا قومی المیہ یہ ہے کہ اگر ہمارے مسلمان ہونے کی ضرورت پیش آئے۔ نکاح کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے۔ کسی مسلم بچی کا غیر مسلم سے تو نکاح نہیں ہوتا۔ تو مسلمان ہونا شرط ہے تو مولوی صاحب اُس وقت ہمیں محراب میں بٹھا کر کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت اور کلمہ تمجید پڑھا رہے ہیں۔ ہمیں گویا اُس وقت مسلمان بنایا جا رہا ہے تو پھر اُس کو اسلام کی دیگر لوازمات بھی بتاؤ۔ اُس کی مرضی قبول کرے نہ مرضی ہو نہ کرے۔ چونکہ اسلام مسلط تو نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایسا کیوں ہے؟ اسلئے کہ نہ ہمیں اپنے مسلمان ہونے کا یقین ہے اور نہ ہمارے مولوی کو ہم پر اعتبار ہے کہ یہ مسلمان بھی ہے۔ بھئی اتنا ناپختہ اسلام کیوں ہے؟ اتنا کچا اسلام کیوں ہے؟ کوڑیوں کے مول بک جاتا ہے۔ چند لقموں کے لئے چند حرام لقمے ہم کھا لیتے ہیں اسلام کی پرواہ نہیں کرتے۔ چھوٹے سے مفادات کے لئے ہم بک جاتے ہیں۔ کیوں بک جاتے ہیں؟ ساری عزت، ساری آنرز، سارا رعب و دبدبہ، سارے نعرے، سارے جلسے جلوس، چند کوڑیوں کے عوض بک جاتے ہیں۔ سارے کا سارا اسلام او جی یہ ایسا نہ ہوگا تو کفر ہوگا تھوڑی سی کوئی دال روٹی ملتی ہے تو پھر کہتے ہیں خیر ہے اس سے گزارہ ہو جائے گا یہ بھی اسلام ہی ہے۔ یہ ساری بات کیوں ہے؟ ہمارے ساتھ۔ اور بڑی عجیب بات ہے ہماری توقعات یہ ہوتی ہیں کہ ہم پر اللہ کی وہ رحمت نازل ہونی چاہئے جو خلفائے راشدین پہ ہوتی تھی۔ ہم پر اللہ کا وہ کرم ہونا چاہئے جو صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پہ ہوتا تھا اور ایمان کی حالت یہ ہے کہ نہ ہم نے اللہ کو پہنچانا، نہ اللہ کے حبیب ﷺ کو پہنچانا اور روایتی مسلمان لوگوں سے سنا ہیں ہاں ٹھیک ہے۔ ہوں گے چلو ہم بھی مان لیتے ہیں۔ بس بات ختم ہو گئی۔ اور مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پہ ہوتی ہے کہ ہم نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں، حج بھی کر آتے ہیں، روزے بھی رکھ لیتے ہیں، اس کے بعد بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے۔ کتنے دکاندار ہیں جو شاید ہر سال حج کرتے ہوں گے۔ لیکن اُن پہ اعتبار نہیں ہوتا کہ جو نرخ بتا رہا ہے وہ صحیح ہوگا۔ اس کا مطلب ہے ہم عبادات کو مسلمانی کو ایک روٹین ورک بناتے ہیں۔ ایک عادت بناتے ہیں ایک عادت ہے۔ جو ہم پوری کر لیتے ہیں لیکن وہ بات جس کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کعبے میں کیوں آئے۔ اس لئے کہ ایسا کیا تھا محمد رسول اللہ ﷺ نے، کیوں کعبے کے پتھر دیکھے۔ چند پتھروں کی دیوار ہے، کمرہ بنا ہوا ہے لیکن وہ پتھر محض پتھر نہیں ہیں اُن پتھروں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ حجر اسود کے سامنے فاروق اعظمؓ کھڑے فرمانے لگے میں جانتا ہوں تو پتھر ہے پتھر کو چومنے کی کیا ضرورت ہے؟ تجھے میں بوسہ نہیں دیتا۔ میں اُس بوسے کو بوسہ دوں گا جو میرے محبوب نے تجھے بوسہ دیا میں تو وہ لب چومنا چاہتا ہوں جن لبوں نے تجھے چوما ہے۔ اگر تو بیت اللہ جانے کی کیفیت یہ ہو پھر تو زندگی بدل جائے۔ ہم کیوں سجدے کریں؟ کیوں سردی میں وضو کریں؟ کیوں اٹھیں گرم بستر سے؟ اس لئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا ہے۔ جب ہم آپ ﷺ کے چاہنے والے ہیں تو ہمیں ویسا ہی کرنا ہوگا جیسا آپ ﷺ نے کیا اور کرنے کا حکم دیا۔ پھر تو نماز بن جائے گی۔ صلوۃ بن جائے گی اور قرآن کریم کہتا ہے۔

صلوۃ برائیوں اور بے حیائیوں سے روک دیتی ہے

ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر. صلوۃ برائیوں اور بے حیائیوں سے روک دیتی ہے تب روکتی ہے جب ہم صلوۃ اتباع محمد رسول اللہ ﷺ میں پڑھیں اور عادتاً پڑھیں گے سود بھی کھائیں گے۔ نماز بھی پڑھیں گے چوری بھی کریں گے۔ تو گویا محبت کرنے کے دو طریقے تو آئے۔ کہ حالات و واقعات حیات طیبہ ﷺ پڑھیں، جانیں، پہنچانیں، اور خود بخود عشق ہو جائے۔ محبت ہو جائے۔ پڑھ نہیں سکتے علماء سے جاننے والوں سے سنیں۔ دنیا بھر کی

باتیں ہم سنتے ہیں۔ کسی سے ہم یہ بھی کہیں مجھے رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات سناؤ۔ ہم جس سے ملتے ہیں اُس سے کہتے ہیں اچھا اور سناؤ بھی اور کیا سنائے گا؟ وہ ہیر سنائے گا اور تمہیں سیف الموک سنائے گا۔ آپ خیریت سے ہیں۔ گھر میں خیریت ہے۔ اچھا اور سناؤ اور کیا سنائے گا۔ کبھی کسی سے یہ بھی کہو مجھے محمد رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات سناؤ۔ یہ جو اور سناؤ ہے اور کی بجائے ہم کہہ دیں کہ مجھے کوئی حضور اکرم ﷺ کی بات سنا دو اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ نے جو حکم دیا ہے صلوٰۃ و سلام کا ان اللہ وملٰئکتہٗ یُصَلُّون علی النبی. اللہ ہر وقت اپنی رحمت بھیجتا رہتا ہے نبی کریم ﷺ پر۔ اللہ کے فرشتے ہر لحہ نزول رحمت کی طلب کرتے ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے۔ یا یھا الذین اٰمنوا. اے وہ لوگو! جنہیں ایمان نصیب ہوا ہے۔

صلّوا علیہ وسلم تسلیماً. تم بھی آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہو۔ اور یہ ایسا صیغہ ہے۔ ایسا امر ہے جس میں دوام ہے۔ یہ نہیں کہ ایک بار بھیجو چھٹی ہوگئی۔ دو بار بھیجو بس ہو گیا۔ پچاس بار بھیجو۔ نہیں، بھیجتے ہی رہو۔ پھر تیسرا طریقہ یہ ہے کہ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے درود شریف پڑھتے رہو۔ حضور اکرم ﷺ کی سب سے زیادہ باتیں جو بتاتا ہے وہ ہے قرآن کریم۔

حضرت عائشہ الصدیقہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ ﷺ کے بارے کچھ باتیں بتایئے۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ، آپ ﷺ کے عادات وخصائل، آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ فرمایا۔ کان خلقہ، القرآن. قرآن پڑھو جو کہتا ہے حضور ﷺ ہی کے خصائل بیان کرتا ہے۔ جہاں سے قرآن روکتا ہے وہ باتیں جن سے آپ ﷺ منع کرتے تھے اور خود نہیں کیا کرتے تھے اور جو کرنے کا حکم دیتا ہے وہ وہ باتیں ہیں جو حضور ﷺ کیا کرتے تھے۔ ساری سیرت طیبہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ پھر

جب ہم آپ ﷺ کے چاہنے والے ہیں تو ہمیں ویسا ہی کرنا ہوگا جیسا آپ ﷺ نے کیا اور کرنے کا حکم دیا۔

حدیث پاک کا ذخیرہ سارے وہ زر و جواہر اور وہ موتی ہیں جو لب ہائے مبارک رسول اللہ ﷺ سے نکلے ہیں۔ اگر روزانہ ایک حدیث پڑھنے کا طریقہ بھی اختیار کر لیا جائے تو محبت ہو جاتی ہے۔ قرآن کو روزانہ پڑھنے کا وظیفہ بنا لیا جائے۔ تھوڑا پڑھ لے لیکن پڑھے سہی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ درود شریف کو چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، ہر حال میں پڑھنے کا وظیفہ بنا لیا جائے تو محبت ہو جاتی ہے اور محبت جب تک اُس درجے میں نہ پہنچے کہ ساری دنیا چھوڑنی پڑے تو چھوڑ دے۔ جان دینی پڑے تو دے دے، گھر لٹانا پڑے تو لٹا دے، عزت و آبرو جاتی ہے تو جائے لیکن دامان محمد رسول اللہ ﷺ ہاتھ سے نہ جائے تب تک آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم مومن نہیں ہو سکتے۔

لا یومن احدکم. تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا. حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین. ماں باپ اولاد دنیا کے ہر فرد و بشر سے جب تک میں محمد رسول اللہ ﷺ اُسے سب سے پیارا نہ ہو جاؤں۔ لوگو! ہم نے نفرتیں سیکھی ہیں ہمیں نفرتیں ہیں۔ ہر ایک سے نفرت، اپنوں سے نفرت، بیگانوں سے نفرت، اپنی ذات تک سے بھی نفرت، محبتیں سیکھو۔ دلوں میں محبتیں پیدا کرو اللہ سے اللہ کے حبیب ﷺ سے اللہ کے دین سے۔ جب محبت ہو گی تو ہر ہر کام اپنی جدا گانہ لذت دے گا۔ محبت نہیں ہوگی تو ایک معمول کا کام ہے جو ہوتا رہے گا اور اللہ سے محبت مانگا بھی کرو۔ اللہ کریم ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما کر ہمیں اپنی اپنے حبیب ﷺ کی محبت عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

انسانی حقوق اور معرفتِ رسول ﷺ

کتنی عجیب بات ہے کہ لیکن جب نبی کریم ﷺ کا نام نامی آتا ہے تو مخالف کو بھی ادب سے لینا پڑتا ہے اس لئے کہ آج تک آپ ﷺ کا کوئی فیصلہ غلط ثابت نہیں ہوا۔ آپ ﷺ کا کوئی حکم انسانیت کے خلاف نہیں گیا اور نہ ہی بنی نوع انسان کو تکلیف دینے کا سبب بنا۔ کسی کو بے وقوف نہیں بنایا بلکہ ہر ایک کو شعور بخشا ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 19-12-03

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للّٰہ مثنیٰ وفرادیٰ ثُم تتفکرُوا وما بصاحبکُم من جنتہ. ان ھوالا نذیرٌ بین یدی عذاب شدید. قل ما سالتکم من اجرٍ فھُو لکم. ان اجری الا علی اللّٰہ وھو علی کلِ شیٍ شھیدٌ ٥

انسانی زندگی اور انسانی شعور عجیب چیز ہے۔ رب جلیل نے ایک انتہائی حساس مشین جیسے کسی بچے کے ہاتھ میں دے دی ہو۔ جو نہیں سمجھ رہا کہ اس کا کونسا بٹن دبانے سے تباہی ہوگی اور کونسا بٹن دبانے سے روشنی ہوگی راحت ہوگی۔ اللہ جل شانہٗ نے انسان کو ایک خاص شعور بخشا ہے ایک خاص درجے کی سمجھ عطا کی ہے۔ آپ حیوانات کو دیکھتے ہیں اُن میں اتنی سمجھ ہے کہ بھوک لگے تو وہ بھوک مٹانا چاہتے ہیں۔ اُن میں یہ تمیز نہیں ہے کہ یہ چیز کھانے کی ہے یا نہیں اپنی ہے یا بیگانی ہے۔ اچھی ہے یا بُری ہے۔ انہیں پیٹ بھرنا ہے اور کوئی خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ اُس کی تکمیل کے لئے دوڑتے ہیں۔ انسانی شعور صرف ایسا نہیں ہے کہ وہ خواہشات کی پیروی کرتا رہے۔ بلکہ انسان کو اللہ کریم نے وسعتِ نظر دی ہے یہ کائنات کو دیکھتا ہے۔ اُس کی تبدیلیوں کو، حالات کو، دیکھتا ہے محرکات کو دیکھتا ہے اور پھر تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے کہ یہ سارے محرکات یہ سارے اسباب یہ سارے رنگ یہ ساری چیزیں تو ایک دوسرے سے وابستہ ہیں کوئی چیز کسی دوسری چیز سے الگ نہیں ہے۔ رات کا وجود الگ ہے لیکن دن کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ بیماری صحت کے ساتھ وابستہ ہے۔ موت کا زندگی کے ساتھ رشتہ ہے۔ کمزوری طاقت سے پیوستہ ہے۔ ہر چیز ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑی ہوئی ہے اور اس سلیقے سے جڑی ہوئی ہے کہ کوئی بے ترتیب نظر نہیں آتی، کوئی اعتراض نہیں کرسکتا کہ یہ چیز یہاں نہیں ہونی چاہیے تھی یہ غلط ہے۔ وجود انسانی کو دیکھ لیں اُس کے اندر ایک جہاں ہے اور جوں جوں میڈیکل سائنس اُس کی گہرائی میں اترتی جاتی ہے وجود سے لیکر ایٹم تک تجزیہ کیا گیا۔ ایک نظام خوراک کا ہے پھر نظام ہضم ہے پھر اُسے مختلف شعبوں میں تقسیم کرنے کا ایک نظام ہے۔ بال بنتے ہیں، کھال بنتی ہے، گوشت بنتا ہے، پٹھے بنتے ہیں، رگیں بنتی ہیں، سارے وجود کی ہڈیاں بنتی ہیں اُن کا گودا بنتا ہے اور اُس سارے کی تقسیم کا ایک مرکز ہے۔ وہ اُسی غذا میں سے ان سب چیزوں

> **اب ساری دنیا کی مخالفت مول لے کر اسلامی طرزِ حیات کو دنیا پہ پھیلا دینا چھوٹا سا کام تو نہیں ہے۔**

کو الگ الگ کرتا ہے۔ جس مواد سے ہڈی بننا چاہیے وہ ہڈی کو ترسیل کرتا ہے۔ جس سے گودا بنتا ہے وہ گودے کو بھیج دیتا ہے۔ جس سے گوشت بنتا ہے وہ گوشت میں شامل ہوتی ہے۔ رگیں بنتی ہیں' بال بنتے ہیں' یہ سارا انظام جو پوری درستگی کے ساتھ انتہائی ایکوریسی کے ساتھ چل رہا ہے کیا کبھی ایسا خود بخود ہوسکتا ہے۔ یہ شعور انسان کو بخشا ہے کہ وہ اسباب سے مسبب الاسباب تک جا پہنچتا ہے کہ کوئی ہے جو اسے چلا رہا ہے۔ موسموں کا آنا جانا۔ سورج کا طلوع وغروب۔ یہی سورج اگر ایک ایک ذرہ فاصلہ کم کرتا رہتا تو آج تک شاید دنیا ساری جل کر مرگئی ہوتی اگر ایک ایک ذرہ روزانہ فاصلہ بڑھاتا رہتا تو شاید دنیا یخ بستہ ہوگئی ہوتی لیکن کسی نے اُس فاصلے کو تھام رکھا ہے روک رکھا ہے۔ جو چاند کو سورج سے نسبت ہے وہ صدیوں سے اپنی اُسی روش پہ چلی آرہی ہے۔ سیاروں' ستاروں اور سورج چاند کا جو اثر زمین پہ' نباتات پہ' جمادات پہ ہے وہ صدیوں سے ایک لگے بندھے پروگرام کی طرح جیسے کمپیوٹر میں فیڈ کر دیا جائے اور وہ اُس کے مطابق چل رہا ہے۔ انسانی کامیابیاں اور ناکامیاں ہی صرف اس حد تک ہیں کہ جو پروگرام پہلے سے فیڈ ہے اُسی نقطے پہ کہیں اُس کی انگلی پڑھ جاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ میری کامیابی ہے۔ میں نے ایسا کر دیا اُس نے کیا نہیں ہوتا ایسا ہونا ہوتا ہے۔ جو ایک عالم بسیط کا پروگرام ہے اُس میں ایسا ہونا مقدر ہے۔ طے شدہ ہے۔ اتفاق یہ ہوا کہ بے تحاشا انگلیاں چلاتے کہیں اُس کی انگلی اُس نقطے پہ پڑگئی۔ جس سے وہ کام ہوگیا اور یہ کہتا ہے سارا میں نے کیا۔ بیشتر دائیں بائیں ہاتھ پاؤں مارتا ہے ہوتا کچھ نہیں پریشان ہو جاتا ہے کہ بھئی میں نے ایسا چاہا۔ بھئی تیرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ تو نے اس کائنات میں کیا لگایا ہے؟ تیری انوسٹمنٹ کیا ہے؟ کیا تو نے زمین پیدا کی ہے اُس میں اثرات پیدا کئے ہیں۔ تو نے آسمان بنائے ہیں تو نے سورج چاند ستارے بنائے ہیں۔ اُن کو گرمی روشنی تُو نے دی ہے تیرا ہے کیا؟ تو جو چاہتا ہے کہ اس میں تیری پسند سے تبدیلیاں ہوں تو تیرا اس میں حصہ کتنا ہے؟ کچھ بھی نہیں تم تو کل آئے کل چلے جاؤ گے۔ کائنات کب سے چل رہی ہے؟ کب تک چلے گی؟ اس کے چلانے والا کون ہے؟ یہ ہے وہ سوال جس کا انسان مکلّف ہے کہ اگر اُس تک نبی کی تعلیمات نہ بھی پہنچیں تو تجزیہ کر کے اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ کوئی ایسی ہستی ہے جو کسی کی محتاج نہیں، کسی کے مشورے کی محتاج نہیں۔ کسی مدد کی محتاج نہیں۔ کسی کے فیصلے کی محتاج نہیں۔ جو از خود فیصلے کرتی ہے اور اُس کا ہر فیصلہ درست ہوتا ہے جسے غلطی نہیں لگتی۔ ورنہ کبھی تو سورج زمین سے ٹکرا جاتا' کبھی چاند ستاروں سے ٹکرا جاتا' کبھی دن کی بجائے راتیں اکٹھی ہو جاتیں' کبھی راتوں کی بجائے دن جمع ہو جاتے بالکل نہیں ہوتا۔ وہ ایسا قادر ہے کہ ہر چیز کو اس طرح ناپ تول کے رکھا ہوا ہے کہ انسانی شعور ذرہ سا تجزیہ کرے تو اُس تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر اس سب کے باوجود اُس نے انبیا علیھم الصلوۃ والسلام بھیجے جو اللہ کا نور سینوں میں لے کر آئے اور جنہوں نے دلوں کو نور سے بھر دیا اور چشمِ باطن کو وا کر دیا اور یہ حقائق لوگوں پر منکشف ہوئے وہ اُن پر ایمان لائے اور اُن کی زندگیاں زندگیاں بن گئیں۔ کائنات بسیط میں تمام انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کے امام آقا نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

ساری دنیا کا کفر ایک اکیلے اللہ کے حبیب ﷺ کے مقابلے پہ ڈٹ گیا۔

اب ایک ایسی ہستی جو یتیمی میں پیدا ہوئی۔ جس نے کوئی مکتب' مدرسہ' نہیں دیکھا۔ جسے کسی نے پڑھایا سکھایا نہیں' جس کی بچپن سے لیکر جوانی تک کی زندگی ایک روشن مثال ہے۔ جس میں کہیں ذرہ سا کوئی داغ کوئی نقطہ نہیں۔ جس نے بچپن سے جوانی تک کبھی کوئی غلط بات منہ سے نہیں نکالی۔ کوئی ناپسندیدہ حرکت بچپن میں بھی سرزد نہیں کی۔ اور جب آپ ﷺ جوانی میں قدم رکھتے ہیں تو صحرا نشین خانہ بدوشوں اور

ایک تباہ شدہ علاقے اور ملک میں نبوت کا اعلان فرما کر دعوت انقلاب دیتے ہیں۔ تو اُس ہستی کے پاس کتنی قوت ہے۔ کہ جس نے تئیس برسوں میں روئے زمین پر انقلاب برپا کر دیا۔ کوئی معاشی وسائل نہیں ہیں، کوئی وسائل سیاسی نہیں ہیں، کوئی افرادی قوت نہیں ہے، کوئی بھی دنیوی وسیلہ ساتھ نہیں ہے لیکن عجیب بات ہے کہ پوری دنیا کی جو آئیڈیالوجی اور نظریہ ہے اُس کے خلاف ایک نظریہ پیش فرماتے ہیں پوری دنیا میں زندگی گزارنے کے جو لوگوں نے اطوار بنا رکھے ہیں اُس کے خلاف ایک تہذیب بیان فرماتے ہیں۔ اب ساری دنیا کی مخالفت مول لے کر اسلامی طرز حیات کو دنیا پہ پھیلا دینا چھوٹا سا کام تو نہیں ہے۔ اگر سورج چڑھتا ہے اور کوئی سورج کو بھی نہ پہنچانے۔ اندھیری رات میں چاند نور بکھیرتا ہے۔ کوئی چاند کو بھی نہ پہنچانے تو وہ اللہ کی دی ہوئی نگاہ کو صحیح استعمال نہ کرنے کا مجرم ہوگا۔

اسی طرح حیات انسانی میں جو محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں پہنچانتا اُس نے کتنا بڑا ظلم کیا ہے

ایک بندہ جو مسجد نبوی کا خطیب اور امام ہے وہ اس پوری خدائی کا نگہبان بھی بنا ہوا ہے

کہ اُس کے پاس شعور انسانی بھی ہے۔ حیات انسانی بھی ہے۔ انقلاب دہر کو بھی دیکھتا ہے۔ آمد و رفت شب کو بھی دیکھتا ہے۔ حالات و واقعات کو بھی دیکھتا ہے اور اس سارے زمانے کے افراد کو دیکھتے ہوئے اُس کی نگاہ محمد رسول اللہ ﷺ پہ رُک کیوں نہیں جاتی؟ اگر نہیں رکتی تو اُس نے نگاہ کا استعمال نہیں کیا اور اُس کی تباہی کے لئے یہی ایک جرم کافی ہے۔ چونکہ یہ ایک جرم ایسا جرم ہے کہ جب کوئی آنکھیں بند کر کے گنجان راستوں پہ نکل پڑتا ہے تو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کس گڑھے میں گر کر تباہ ہو جائے گا۔ یہی بات یہاں قرآن کریم نے فرمائی۔

ارشاد فرمایا میرے حبیب ﷺ ان لوگوں سے کہہ دو قُل فرما دیجئے۔ انما اعظکم بواحدۃ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں میں تمہیں ایک بہت خوبصورت مشورہ دیتا ہوں۔ ان تقوموا مثنیٰ و فرادیٰ. خالص نیت کے ساتھ، خلوص کے ساتھ، بغیر کسی دوستی دشمنی کو درمیان میں لائے ہوئے بغیر کسی کی مخالفت یا موافقت کو دھیان میں رکھے ہوئے خالص ہو کر کھڑے ہو جاؤ اور سوچو۔ ثم تتفکروا. الگ تھلگ ہو کر تمام خیالات کو ذہن سے نکال کر، دوستی دشمنی سب کو ختم کر کے، صحیح راستہ تلاش کرنے کے لئے فکر کرو سوچو. تتفکروا ومابصاحبکم من جنۃ o کیا ایسی ہستی جس نے دنوں میں انقلاب بپا کر دیا پاگل ہے۔ کیا کوئی پاگل انسانی تقدیریں سنوار سکتا ہے؟ کیا کوئی پاگل روئے زمین سے ظلم کو مٹا سکتا ہے؟ کیا کوئی پاگل جنگلوں شہروں شاہی محلوں سے لیکر جھونپڑوں تک رہنے والوں کے مزاج اور فکر تبدیل کر سکتا ہے؟ تم کیا سمجھتے ہو کہ اللہ کا رسول ﷺ پاگل ہے جب تم یہ نہیں کہہ سکتے تو پھر تمہیں یہ ماننا ہوگا کہ ایک ایسی ہستی ہے جو زندگی کی ناکامی پر ہونے والے عذاب کی خبر آج اور بروقت دے رہا ہے۔ جو آنے والے خطرات سے بروقت مطلع فرما رہا ہے جو آنے والی تباہی کی منظر کشی آج کر رہا ہے۔ جب انسان کے پاس راستہ بدلنے کی فرصت ہے کہ وہ تباہی کو نہ جائے اور کامیابی کے راستے پہ ہو لے بروقت، برموقع، اُن حالات کی منظر کشی کر رہا ہے۔ عام آدمی کو تب پتہ چلیں گے جب راستہ بدلنے کا وقت نکل چکا ہوگا جب وہ اپنا راستہ بدلنے کی اہلیت سے محروم ہو چکا ہوگا یا وہ موت کی وادی سے گزر چکا ہوگا۔ جب عمل کی زندگی ختم ہو چکی ہوگی۔ کیسا بے مثل انسان ہے؟ کیسا عجیب انسان ہے اور پھر فرمایا دوسری بات یہ ہے کہ دنیا میں اکثریت اُن لوگوں کی ہوتی ہے جو کام اپنے ذاتی فائدے کے لئے کرتے ہیں حتیٰ

کہ مذہب اور دین کا کام بھی لوگ تب کرتے ہیں جب اُس میں سے انہیں بھی کچھ حاصل ہو رہا ہو۔ نماز بھی تب پڑھاتے ہیں جب انہیں کچھ ملتا ہے ورنہ انسان اپنی ضروریات چھوڑ کر دوسرے کی خبر گیری کی کوشش کب کرتا ہے؟ لیکن فرمایا یہ کیسا عجیب آدمی ہے میرے حبیب ﷺ ان سے کہہ دیجئے اعلان فرما دیجئے۔

ماسالتُکم من اجرٍ فھو الکُم o میں نے تم سے بدلے میں کچھ مانگا ہے تو تم اپنے ہی پاس رکھو مجھے مت دو۔ تمہیں یہ آگہی دینے کی، تمہیں خطرات سے بروقت باخبر کرنے کی، اور تمہاری نجات اور کامیابی کی جو کوشش دن رات میں کر رہا ہوں۔ جس میں پتھر میں کھا رہا ہوں، جس میں دندان مبارک میرے شہید ہو رہے ہیں، جس میں تلواریں لیکر لوگ مجھ پر ٹوٹ رہے ہیں، جس میں ہر دنیا کی مصیبت میرے حصے میں آگئی ہے ساری دنیا کا کفر ایک اکیلے اللہ کے حبیب ﷺ کے مقابلے پہ ڈٹ گیا ہے۔ یہ اتنا بوجھ اپنے لئے اگر اٹھا رہا ہے اور تم سے کوئی بدلہ یا اجر یا اُجرت مانگ رہا ہے تو فرمایا وہ اپنے پاس رکھو۔ ان اَجری الا علی اللّٰہ۔ میرا سارا اجر میرے رب پر ہے۔ مجھے لوگوں سے کچھ نہیں چاہئے۔ وھو علی کل شیءٍ شھید'. اور وہ ایسا ہے کہ اُسے کچھ بتانا نہیں پڑتا وہ ہر چیز خود دیکھ رہا ہے۔ ہر چیز پر گواہ ہے۔ ہر کام، ہر بات، ہر ارادے سے باخبر ہے۔ ہر نیت کو خود دیکھ رہا ہے کہ کون کس ارادے، کس نیت سے کیا کام کر رہا ہے؟

تو کیا انسانوں کو یہ سوچنا نہیں چاہئے مستشرقین اہل مغرب جو مسلمان تو نہیں ہوئے لیکن جنہوں نے اسلام پر تحقیقات کیں۔ انہیں مستشرق کہتے ہیں۔ مستشرقین نے بھی بڑے حیرت انگیز واقعات جمع کئے اس بات کے وہ بھی قائل ہیں بلکہ پچھلے دنوں سے ایک انہوں نے پروگرام شروع کیا ہے سٹیلائٹ پہ Inside the kaaba کہ مسلمان بیت اللہ میں کیا کرتے ہیں؟ جو شاید پہلی دفعہ ٹیلی ویژن سکرین پہ آیا ہے تو اُس میں انہوں نے جہاں حج کی عبادات کی اور دوسری چیزوں کی عکاسی کی ہے وہاں وہ نبی اکرم ﷺ کے حالات و واقعات اور تاریخ اسلامی کو ساتھ ساتھ وہ ڈسکس کرتے ہیں اور اُس میں وہ بھی یہ اقبال کر رہے تھے کہ بڑی عجیب بات ہے کہ ایسی قوم جو کسی حکومت کو نہیں مانتی تھی، کسی اصول کو نہیں مانتی تھی، ہر شخص اپنی مرضی کا مالک تھا۔ جو رات دن لڑائی مار کٹائی پہ مصروف تھے۔ انہیں ایسے راستے پہ ڈالا کہ وہ جانیں لٹا کر دوسروں کے آرام، دوسروں کی سہولت دوسروں کی زندگی سنوارنے کے لئے جانیں لٹا کر قربان کر کے چلے گئے۔ ایسے منظم ہوئے کہ اللہ نے انہیں روئے زمین کی حکومت دے دی افریقہ سے سائبریا روس تک اور ہسپانیہ سے چین تک تاریخ انسانی میں اتنی بڑی سلطنت کبھی نہیں ہوئی۔ کوئی ٹیلی فون، کوئی تار، کوئی جہاز، کوئی ریل نہیں ہے۔ ایک بندہ جو مسجد نبوی کا خطیب اور امام ہے وہ اس پوری خدائی کا نگہبان بھی بنا ہوا ہے اور کہیں پوری تاریخ میں کسی بوڑھے کی آہ کسی عورت کی چیخ، کسی بچے کا آنسو، گرتا دکھائی نہیں دیتا۔ کافر کو بھی، نہ ماننے والے کو بھی، انصاف فراہم کیا جا رہا ہے زندگی کے وسائل فراہم کئے جا رہے ہیں۔ حیات کا تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے۔ مال، جان، آبرو کا تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے۔ کیسا لائحہ عمل عطا فرمایا جا رہا ہے اور جس ہستی نے یہ سارے لوگ بنا دیتے کوئی بندے آپ ﷺ نے نئے درآمد نہیں فرمائے کوئی نئی مخلوق نہیں آئی وہی جو لوگ شرابی، زانی، فاسق، فاجر، چور، ڈاکو، مشرک، بت پرست اُن کو ایسا بدلا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

> **جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچانا وہ اور کونسا صحیح فیصلہ کر سکتا ھے**

کیا ایسی انقلاب آفریں ہستی کے بارے انسان کے پاس سوچنے کی فرصت نہیں ہے۔ اور اگر زندگی کو یہ سوچے بغیر صرف کیا جا رہا ہے تو کتنا بڑا ظلم کر رہا ہے کتنی بڑی زیادتی کر رہا ہے۔

میں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں تھا۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پرانے ساتھی تھے، دیہاتی آدمی تھے، پڑھے لکھے نہیں تھے، سادے بہت تھے، اُس وقت نیا نیا پاکستان بنا تھا اور ہندوستان کے وزیراعظم نہرو کا بڑا چرچا تھا۔ تو کسی نے نہرو کی دانش مندی پہ بات کی۔ مختلف لوگ حضرت رحمۃ اللہ کی مجالس میں آتے تھے ہر طرح کے لوگ تھے۔ مجھے یاد نہیں کس بندے نے نہرو کے معاملہ فہمی کی بات کی کہ بڑا ہی زیرک آدمی ہے اور ہندوستان کا بڑا تیز وزیراعظم ہے تو قاضی صاحب کو سیاست نہیں آتی تھی وہ کہنے لگے حضرت یہ بندہ تعریف تو کر رہا ہے لیکن اگر وہ دانش مند ہوتا تو ہندو ہوتا مسلمان نہ ہو جاتا۔ جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں پہچانا وہ اور کونسا صحیح فیصلہ کر سکتا ہے۔ یہ خواہ مخواہ اُس کی تعریف کر رہا ہے۔ اور بڑی عجیب بات ہے کہ آج ساری ہندو قوم نہرو کے فیصلے پہ تنقید کرتی ہے کہ یہ بھی اُس نے جھک ماری، یہ بھی اُس نے غلط کیا، یہ بھی اُس نے غلط کیا۔ لنین کتنا بڑا لیڈر تھا روس کے لوگ اُس کے پیچھے لگ گئے اور زاروں کی سلطنت اُس نے الٹ کر دی۔ آج روس والے کہتے ہیں کہ لنین انتہائی بے وقوف، انتہائی ظالم، انتہائی بُرا آدمی تھا۔ لنین کے مجسمے گرائے گئے اور سڑکوں پہ روسیوں نے گھسیٹے کہ اس نے ہمیں تباہ کر دیا۔ موزے تنگ کتنا عظیم لیڈر تھا اور کتنا انقلاب لایا۔ پولوی شہنشاہیت چین کی تباہ کر دی اور ایک نئی بنیاد رکھ دی اور لوگ بے تحاشا اُس کے ساتھ ہو گئے آج وہی چینی سر بازار اُسے گالیاں دیتے ہیں گلیوں اور دیواروں میں اُس کے خلاف لکھا جاتا ہے اس لئے کہ یہ دانش مند نہیں تھے ان کے فیصلے دانش مندانہ نہیں تھے۔ یہ خلوص سے نا آشنا لوگ تھے اپنے اقتدار کے لئے لوگوں کے جذبات ابھار کر انہیں استعمال کرتے رہے اور جب لوگوں کو ہوش آئی تو انہوں نے اُن پر نفرت کرنا اور لعنت بھیجنا شروع کر دیا۔

جو لوگ میری طرف دوڑے آرہے ہیں انہیں روک دو اس لئے کہ انہوں نے اپنی زندگی سے قرآن کو خارج کر دیا تھا

یہ کیا عجیب ہستی تھی کہ جس کا نام آج دشمن کو بھی لینا پڑے تو ادب سے لیتا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ نبی نہ مانے، رسول نہ مانے، لیکن جب نام نامی آتا ہے تو مخالف کو بھی ادب سے لینا پڑتا ہے اس لئے کہ آج تک آپ ﷺ کا کوئی فیصلہ غلط ثابت نہیں ہوا۔ آپ ﷺ کا کوئی حکم انسانیت کے خلاف نہیں گیا۔ بنی نوع انسان کو تکلیف دینے کا سبب نہیں بنا۔ کسی کے حقوق پر ڈاکے کا سبب نہیں بنا۔ کسی کو بے وقوف نہیں بنایا بلکہ ہر ایک کو شعور بخشا ہے کیسی عجیب بات ہے اور کسی سے کچھ لینا نہیں ہے۔

انما انا قاسمٌ واللہ یوتی .

او کما قال رسول اللہ ﷺ۔ خزانہ رب کا ہے۔ دیتا وہ ہے۔ لٹاتے جاتا ہوں۔ میں بانٹ رہا ہوں، دیئے جا رہا ہوں اور اپنی زندگی میں اگر ہم مسلمان بھی حضور ﷺ کو نہ پہچانیں تو ہمارے پاس کیا جواب ہوگا؟ ایک نے تو بالکل آنکھ بند کر لی، اُس نے تو کلمہ ہی نہیں پڑھا، اُس نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی تو ایک جرم میں پکڑا گیا تمہیں شعور اور نظر کس لئے دی تھی۔ حق کو پہچانو تم نے اُس کے لئے استعمال ہی نہیں کی۔ فوجی کو اسلحہ امنیشن ملا دشمن کے مقابلے کے لئے، وہ جاتا ہے جنگل میں شکار کر کے اسلحہ خرچ کر کے آ جاتا ہے تو کورٹ مارشل ہو جائے گا کہ اس لئے تو نہیں دیا تھا۔ شعور، نظر اور سمجھ اللہ نے اس لئے دی تھی کہ حق کو پہچانو اُس نے پہچاننے کی

کوشش ہی نہیں کی کورٹ مارشل تو ہوگا لیکن جنہوں نے کہا جی ہم نے پہچان لیا۔ پہچان تو لیا لیکن جیئیں گے اپنی مرضی سے۔ موڈ ہوگا تو سجدہ کریں گے نہیں تو نہیں۔ جو مل جائے گا وہ لے لیں گے حرام ہے یا حلال۔ زندگی کا پروگرام ہمارا اپنا ہوگا۔ جیئیں گے اپنی پسند سے۔ ہاں اللہ تو بھی سچا ہے تیرا رسول ﷺ بھی برحق ہے ہم اگر اپنے گریباں میں سوچیں تو کیا ہماری زندگی کی تصویر یہی نہیں ہے۔ اس سے کسی خیر کی امید ہے۔ علماء بھی بتاتے ہیں' مفسرین ومتقدمین لکھتے بھی ہیں۔ محدثین کرام لکھتے بھی ہیں' بات بھی حق ہے کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا اُسے آپ ﷺ کی شفاعت کا حق ہے اور آپ ﷺ کی شفاعت کے صدقے اُس کی نجات ہو جائے گی۔ سب سے بڑا ہتھیار مسلمان کے پاس یہی ہے سب سے بڑا آسرا نجات کا' آخرت کا' اس کے علاوہ کوئی ہے۔ ذرا چشم تصور میں آخرت کو لاؤ۔ زندگی کو بھول جاؤ گزر جاؤ' موت کو بھی برزخ سے بھی دیکھو۔ حشر بپا ہے۔ لوگ قبروں سے اٹھ رہے ہیں۔ کسی کے بدن کے پرخچے اڑے ہوئے ہیں۔ کوئی زخمی' کوئی بیمار' کوئی صحت مند' کوئی توانا' کسی کا کفن ہے کسی کا نہیں ہے اور ایک عالم زمین سے آیا۔ ادھر دوزخ میدان میں ہے اُدھر جنت سامنے ہے۔ اُدھر ترازو لگا ہوا ہے آگے پل صراط ہے سورج سوا نیزے پہ ہے۔ پکڑ دھکڑ' شور شرابا' کہاں جائیں؟ بھاگو محمد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کی طرف۔ **لواء الحمد** کی طرف دوڑو۔ دوڑو آپ ﷺ کی طرف دیکھو چشم تصور سے دیکھو ہم سب دوڑ رہے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی آواز آتی ہے۔ **وقال الرسول** قرآن فرماتا ہے رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں سنو کیا کہتے ہیں۔ **قال الرسول یرب ان قومی اتخذو ھذا القرآن مھجوراً**۔ یا اللہ یہ جو لوگ میری طرف دوڑے آرہے ہیں انہیں روک دو ہٹا دو انہیں اُس طرف لے جاؤ اس لئے کہ انہوں نے اپنی زندگی سے قرآن کو خارج کر دیا تھا۔ انہیں میرے قریب مت آنے دو۔ یہ اپنی مرضی سے جیتے رہے۔ ہماری زندگی کیا ہے؟ دال روٹی تو ہمیں دو وقت ملتی نہیں۔ پہننے کو لباس پورا نہیں ملتا۔ سردیوں میں سردیوں کا' گرمیوں میں گرمیوں کا' کہیں جانا ہو تو ہم چند سکے پکڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ ہمیں دھکے ملتے ہیں۔ ہمیں گاڑی پہ بٹھا کے لے کر کوئی نہیں جاتا۔ ہماری حیثیت کیا ہے؟ اور اس کے باوجود ہم اپنا لین دین' اپنا کاروبار' اپنا کھانا پینا' قرآن کے مطابق کرنا پسند نہیں کرتے نہیں' یہ اپنی مرضی سے ہی کریں گے ٹھیک ہے یہاں تم اپنی مرضی کر لو وہاں وہ اپنی مرضی کرے گا۔ اور قرآن کریم کی اس ایت کو غور سے بار بار سنو پڑھو اور سمجھو۔

> **کائنات بسیط میں تمام انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے امام آقا نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں ہیں۔**

قال الرسول . اللہ فرماتا ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرمائیں گے **قال الرسول** کہہ دیا میرے رسول ﷺ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا آپ ﷺ نے فرمایا **یرب** . اے میرے پروردگار **ان قومی اتخذوا ھذا لقرآن مھجوراً**۔ ان میں جن جن لوگوں نے قرآن کو اپنی زندگی کے نصاب سے خارج کر دیا تھا انہیں میرے پاس مت آنے دے۔ کیا بچے گا باقی ہم کہاں جائیں گے۔

بھائی! کوئی بڑی طاقت بڑا سردار یا بڑا رئیس ہے وہ کوئی غیر مسلم ہے تو اُس نے تو اتنا ظلم کیا کہ اُس نے تو آنکھ کھولی ہی نہیں' اور مسلمان فقیر ہے یا حکمران ہے اگر اُس نے اپنی زندگی سے قرآن کو خارج کر دیا تو نبی کریم ﷺ اُسے اپنی امت سے خارج کر دیں گے۔ سادہ سی بات ہے ارے حکمرانوں نے حکومت کے نشے میں ایسا کیا ہوگا۔ امرانے تو دولت کے نشے میں ایسا کیا ہوگا۔ مجھے تو حیرت ہوتی ہے اپنے جیسے لوگوں پر ہم کیوں قرآن سے الگ ہیں۔ کیا قرآن کھانے سے منع کرتا ہے؟ نہیں' مزیدار چیز کھاؤ جائز طریقے سے **کلوا و اشربوا ولا تسرفوا**۔ کھاؤ پیو ضائع نہیں کرو خراب نہیں کرو۔ **کلو من الطیبت** پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ حلال چیزیں کھاؤ۔ اپنا حق کھاؤ۔ اچھا کھانا کھاؤ۔ اچھا لباس پہنو اگر اللہ نے ہمت دی ہے

تو اچھی گاڑی رکھو۔ اچھا گھر بناؤ' اسلام تو صاف ستھرا خوبصورت رہنا سکھاتا ہے بلکہ واما بنعمتہ ربک فحدث. اس کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ اپنی حیثیت کے مطابق رہنا چاہیے کہ دیکھنے والے کو اندازہ ہو کہ اس حیثیت کا آدمی ہے۔ یہ بھی اللہ کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اس لئے نہیں کہ دوسروں پر رعب پڑے اس لئے کہ اللہ کا شکر ادا ہو کہ اس بندے کو اللہ نے اتنا مال دے رکھا۔ اس طرح سے زندگی گزار رہا ہے۔ اسلام نے اس سے منع تو نہیں کیا شادی کرو۔ ایک کرو' دو کرو' تین کرو' چار کرو اور کیا کرنا چاہتے ہو؟ بچے پالو' بچوں پر جو خرچ کرتے ہو وہ بھی صدقہ اور عبادت شمار ہوتا ہے۔ اسلام کہتا ہے حلال کماؤ حرام نہ کرو۔ اپنا کھاؤ دوسرے کا نہیں چھینو حدود وقیود بتاتا ہے بڑی خوبصورت سی' بڑی پیاری اور ایسی جو زندگی کو اس دنیا میں زندگی کو جنت بنا دے۔ اس کے باوجود اگر ہم نے عظمت پیامبر ﷺ کو نہیں پہنچانا۔ قرآن کو اپنی زندگی کا میزان نہیں بنایا تو اب بھی فرصت ہے کہ اللہ سے گزشتہ کی معافی مانگیں اور دعا کریں کہ اللہ ہمیں اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت اور اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم اور قرآن کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ باقی دنیا کے کام ہو رہے ہیں ہوتے رہیں گے وہ قادر ہے۔

تو شاہوں کو گدا کر دے گدا کو بادشاہ کر دے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

سلطان بایزید یلدرم تاریخ کا مانا ہوا طاقتور حکمران تھا۔ تیمور نے اُسے شکست دی اور پکڑ کر پنجرے میں قید کر دیا اور جدھر شاہی لشکر جاتا تھا ساتھ سلطان بایزید یلدرم کا پنجرہ ہوتا ہے اور اُسی پنجرے میں مرا۔ ہمارے سامنے ہے کل صدام حسین کی طاقت کا ڈنکا بجتا تھا آج اُسے بندر کی طرح پکڑ کر لئے پھرتے ہیں جو چاہیں اُس کا حلیہ بنا دیں۔ جو چاہیں کھلائیں جس طرح سے چاہیں رکھیں۔ دنیا کی طاقت وقوت واقتدار کا کیا بھروسہ کس کے پاس کب تک ہے؟ اور اُس کا کیا انجام ہونے والا ہے؟ وہ قادر ہے کہ پل بھر میں تخت شاہی عطا کر دے تو وہ قادر ہے اور تخت سے اٹھا کر سولی پہ لٹکا دے تو وہ قادر ہے۔

اندرا گاندھی نے محافظ رکھے تھے محافظوں نے گولی ماردی۔ مجیب الرحمٰن نے پورے ملک کو نجات دلائی اور اہل ملک نے اُسے گولی مار کے پھینک دیا۔ اپنی طرف سے ملک کا نجات دہندہ بنا ہوا تھا اور اُنہی لوگوں نے اُسے گولی مار دی۔ کیا یہ سب ہمارے سامنے نہیں ہے۔ بچا کیا؟ اگر ان سب لوگوں کی زندگی قرآن کے مطابق ہے تو بچا یہ کہ نبی کریم ﷺ انہیں اپنا لیں گے سب کچھ مل گیا۔ کچھ بھی نہیں گیا اور اگر زندگی کے نصاب میں قرآن نہیں ہے تو نہ یہاں کچھ بچا' نہ وہاں کچھ بچا' بڑی صاف سیدھی سی اصول کی بات ہے اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور زندگی کو اپنے احکام اپنی کتاب اور اپنے حبیب ﷺ کی رضا اور پسند کے مطابق بنائے۔ آمین

اسلام کہتا ہے کہ حلال کمائو' حرام نہ کھائو۔ اپنا کھائو دوسرے کا نہیں چھینو' اسلام پوری زندگی کی حدود وقیود بتاتا ہے

دعائے مغفرت

میجر (ر) حافظ محمد مقصود ملک ابوظہبی کے پرانے ساتھی حالیہ مقیم ماڈل ٹاؤن لاہور وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

منجانب۔ چوہدری محمد بہادر خان، لاہور

ضرورت رشتہ

31 سالہ ہومیو ڈاکٹر کیلئے اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے خوبصورت خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ:۔ **ضلعی صدر الاخوان ضلعی دفتر الاخوان درہ پیزو ضلع لکی مروت 0961-780237**

شب بیداری

اس اندھیر نگری میں اللہ کے صحیح دین پر قائم رہنا' عقائد کی اصلاح کا ہو جانا' اعمال کی توفیق ہو جانا اور اتباع رسالت ﷺ کی تمنا کا پیدا ہو جانا یہ اس عہد کی بہت بڑی دولت ہے۔ پھر اگر کسی کو ذکر قلبی نصیب ہو جاتا ہے وجود ذاکر ہو جاتا ہے لطائف ذاکر ہو جاتے ہیں یا مراقبات کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال 25-11-03

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس طرح چودہ سو سال سے اذان آ رہی تھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم سے پہلے والے لوگ ہم سے بہتر مسلمان تھے۔ جوں جوں زمانہ نبوی ﷺ قریب تر تھا توں توں لوگ بہت بہتر تھے اور سب سے بہتر مسلمان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔ اور صحیح طریقہ اذان اور صحیح اذان وہی ہے جو حضور اکرم ﷺ کے سامنے دی گئی اور جس کی آپ ﷺ نے تائید فرمائی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ غالباً 70ء کی دہائی کے ایک الیکشن میں مولانا شاہ احمد نورانی صاحب نے یہ پخ لگائی تھی کہ اذان کے ساتھ صلوۃ و سلام پڑھا کرو جو نہیں پڑھتا وہ وہابی ہے۔ مراد اُن کی یہ تھی کہ یہ جماعت اسلامی والے نہیں پڑھتے یہ وہابی ہیں انہیں ووٹ نہ دو یعنی ایک پولیٹیکل ایشو تھا۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ کوئی درود کوئی الفاظ معین نہیں ہیں۔ جس کا جو جی چاہتا ہے وہ اُس طرح سے پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ اب میرے خیال میں سیاق وسباق کے بغیر کوئی اذان سنائی ہی نہیں دیتی۔ پتہ ہی نہیں چلتا اذان کہاں سے شروع ہوئی اور کہاں ختم ہوگئی۔ ہمارے تو یہ سب سامنے ہو رہا ہے آنے والی نسلوں کو شاید یہ بھی پتہ نہ چلے کہ اصل اذان کیا تھی؟ اور یہ کیا سے کیا بن گئی؟ اور اب اگر پوچھا جائے جو یہ اضافے یا زائد کلمات ادا نہیں کرتا وہ مسلمان ہی نہیں۔ یعنی جو بگاڑتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور جو صحیح اذان کہتا ہے جو سنت کے مطابق ہے تعلیمات نبوی ﷺ کے مطابق ہے اُسے خارج از اسلام قرار دے دیا جاتا ہے۔ ہر بات میں لوگ من مانی کرنے لگے ہیں۔

کمزور سے کمزور آدمی جس کی کوئی حیثیت نہیں وہ بھی جس طرح چاہے اُس طرح دین گھڑ لے اُسے بھی روکنے والا کوئی نہیں۔

قیامت کی نشانیوں میں رسول اللہ ﷺ نے یہ چاند کا تنازعہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتایا ہے اور حدیث شریف میں ملتا ہے کہ چاند نکلے گا تو لوگ کہیں گے کہ یار یہ تو دو دن کا ہے۔ پہلی کا چاند تو نہیں ہے کل کا مس ہو گیا یہ تو دو دن کا چاند ہے مراد عالی یہ تھی کہ چاند کی تاریخوں پر بھی جھگڑے کریں گے۔ اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی چاند نظر آ جائے تو وہ ساری دنیا کے لئے حجت نہیں بن جاتا۔ کچھ خاص علاقے ہیں جہاں نظر آ سکتا ہے اور جہاں نہیں آ سکتا۔ اب ظاہر ہے جہاں مڈل ایسٹ میں آج عید ہے لیکن وہاں سورج یہاں کی نسبت دو گھنٹے بعد غروب ہوتا ہے تو دو گھنٹے بعد جہاں نظر آتا ہے اُس کا اطلاق یہاں تو نہیں ہوگا۔ اسی طرح سے اور آگے چلے جائیں تو وقت بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں ہمارے پاس دن کے سوا دس بج رہے ہیں اور مغربی امریکہ میں رات کے ساڑھے دس بجے ہوں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جدید سہولیات کے مطابق چاند کے اوقات نکالے جاتے اور علاقے تقسیم کر دیئے جاتے اور پتہ ہوتا کہ اگر فلاں دن فلاں جگہ چاند نظر آیا تو فلاں فلاں علاقے کے لئے ہوگا۔

وہ مکلف ہیں کہ وہاں نظر آسکتا ہے یہ تو ممکن ہی نہیں کہ پوری دنیا میں ایک ہی دن تو دن نہیں ہوتا ایک جگہ دن ہوتا ہے دوسری جگہ رات ہوتی ہے۔تو جب یہ مسئلہ سلجھایا جا سکتا تھا اسے مزید الجھا دیا گیا۔اب سعودیہ میں' مڈل ایسٹ میں' برطانیہ میں' اور امریکہ میں آج عید ہے اور یہاں پاکستان میں مردان اور اُسکے نواح میں کل گزر چکی۔اور آج تو میرے خیال میں سارے سرحد میں ہوگی۔پتہ نہیں کیا لیکن شاید ہوگی ایسے

سب سے نازک تر بارگاہ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

آقائے نامدار ﷺ کی ہے جہاں دم مارنا بھی زندگی بھر کے سارے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔جب آپ ﷺ پر درود پڑھنے میں لوگ اپنی مرضی کرتے ہیں احتیاط نہیں کرتے تو اور کس کام میں کریں گے۔مجھ سے ایک دن کسی نے پوچھا کہ ہم اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے؟ میں نے کہا یار مجھے تو اس معاملے

جو شخص اللہ اللہ کرنا چاہتا ہے اُسے تہجد کا اہتمام لازمی کرنا ہوگا

ہی کل کر چکے ہیں آدھے تو آدھے باقی آج کیوں نہیں کریں گے؟ تو اب اس قوم سے یہ امید تو نہیں کی جا سکتی کہ کل کا روزہ رکھیں۔کل تو لڑ بھڑ کے شام تو سارے چاند نظر آئے نہ آئے اعلان کریں گے۔امکان بھی ہے نظر آ بھی سکتا ہے جب مڈل ایسٹ میں کل شام نظر آ گیا تو آج شام نظر آ بھی سکتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کبھی دو دن کا فرق بھی ہوتا ہے ایسا بھی کئی بار ہوا ہے کہ ہمارا اور سعودیہ کا دو دن کا فرق ہوا تو بہر حال چونکہ لوگ اپنی پسند اور اپنی مرضی پہ چلنے کے عادی ہیں۔

میں زیادہ سمجھ نہیں ہے۔میرا مطالعہ نہیں ہے۔ تمہارے والد زندہ ہیں جی بالکل بقید حیات ہیں۔میں نے کہا مسجد سے گھر کتنا دور ہے۔جی تھوڑا ہی دور ہے تو میں نے کہا ایک دن مسجد جا کر لاؤڈ سپیکر آن کر کے چار پانچ بار انہیں السلام علیکم کہنا مسئلہ وہ تمہیں سمجھا دیں گے۔ تمہیں مسجد آ کر ہی سمجھا دیں گے کہ یہ کیا بدتمیزی ہے۔بارگاہ اقدس ﷺ میں تمہاری جرات ہے کہ تم اس طرح کر رہے ہو۔اور اس کا جو انجام ہوگا یا جو نتیجہ ہوگا یا پُرسش ہوگی ہم تو دعا کرتے ہیں اللہ تمہیں معاف کرے۔لیکن یہ جرات ایسی ہے کہ قرآن میں اس پر تمام نیکیوں کے ضائع ہونے کی وعید آئی ہے۔

تو دین اس وقت سب سے کمزور ہے حتیٰ کہ کمزور سے کمزور آدمی جس کی کوئی حیثیت نہیں وہ بھی جس طرح چاہے اُس طرح دین گھڑ لے اُسے بھی روکنے والا کوئی نہیں۔جس طرح چاہے اُس طرح کا مسئلہ بنا لے اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ جو جتنی بدعات ایجاد کرتے ہیں اور نئی چیزیں بناتے ہیں وہ اُس کو عین اسلام قرار دیتے ہیں اور جو اُن کا ساتھ نہیں دیتا اُسے کہتے ہیں یہ مسلمان نہیں ہے۔تو اس عہد میں اللہ کریم یہ توفیق دے کہ اسلام ہمیں توارث سے ملا ہے۔وراثت میں ملا ہے۔سینہ بسینہ نقل ہوا ہے سارے کا سارا اسلام فرض' واجب' سنت' مستحبات' تک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ میں متعین ہو گیا۔ فیصلہ ہو گیا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو بعد میں کوئی بنائے اور کہے یہ ثواب ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم اتممتُ علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا○ اللہ نے اُس پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ تمہارا دین مکمل ہو گیا۔اب اُس مکمل کے بعد جو حاشیے لکھے جائیں گے تو اُس پر زیادتی ہوگی۔کوئی کمی رہی نہیں اور اگر خدانخواستہ رہ جاتی تو پھر کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو حضور اکرم ﷺ کی جگہ لیتا۔اور اس کمی کو پورا کرتا اس اندھیر نگری میں اور اس اندھیرے زمانے میں اللہ کے صحیح دین پر قائم رہنا' عقائد کی اصلاح کا ہو جانا' اعمال کی توفیق ہو جانا اور اتباع رسالت ﷺ کی تمنا کا پیدا ہو جانا یہ

اس عہد کی بہت بڑی دولت ہے۔ پھر اگر کسی کو ذکر قلبی نصیب ہو جاتا ہے وجود ذاکر ہو جاتا ہے لطائف ذاکر ہو جاتے ہیں یا مراقبات کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے یہ تو بہت عجیب بات ہے اور اتنی عجیب بات ہے کہ اس زمانے میں تو اسے کوئی جانتا بھی نہیں۔ ایسا عہد آ گیا ہے کہ لوگ سمجھنے کو بھی تیار نہیں اور سمجھتے بھی نہیں۔ تو اس نعمت پر جتنا شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔

میں ایک بزرگ کے اقوال پڑھ رہا تھا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ اگر بچہ روٹھ جائے' ناراض ہو جائے تو اُسے منانا مشکل ہے اللہ کو منانا اُس سے زیادہ آسان ہے اللہ کریم کی رضا کے لئے کوئی لمبا عرصہ' کوئی صدیاں' کوئی مہینے' کوئی سال ایک لمحہ چاہئے وہ ایک لمحہ جو بندے کو خلوص دل سے متوجہ الی اللہ کر دے ابھی تو دن باقی ہے۔ اپنا احتساب کیجئے۔ ہر ایک کے سامنے اپنی زندگی ایک آئینے کی طرح ہوتی ہے۔ کتاب کی طرح ہوتی ہے۔ یہ ضرور اندازہ کیجئے صرف بستر ے نہ باندھتے رہیے۔ کل بھی کچھ ساتھی تیار تھے شاید مردان والوں کا عید کرنے کا خیال تھا۔ بستر ے تو بندھ جائیں گے۔ سفر بھی ہو جائے گا۔ یہ دیکھیے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے میری سوچ کیا تھی؟ ارادے کیا تھے؟ عمل کیسا تھا؟ کردار کیا تھا؟ میں کیا کرتا تھا؟ سوچتا کیا تھا؟ آرزو کیا تھی؟ طلب کس چیز کی تھی' الحمد للہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ اللہ اللہ کے ساتھ' ذکر الٰہی کے ساتھ' تلاوت تہجد نماز کی باقاعدگی کے ساتھ نصیب ہوا۔ اب دیکھیں اس سے میرے کردار میں کیا تبدیلی آئی ہے؟ افکار میں کتنی تبدیلی آئی ہے؟ آرزوؤں میں کیا تبدیلی پہلے میرے کردار میں کیا تبدیلی آئی ہے؟ افکار میں کتنی تبدیلی آئی ہے؟ آرزوؤں میں کیا تبدیلی۔ پہلے میری خواہشات کیا تھیں اب میں کیا چاہتا ہوں؟ تو یہ احتساب ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

من صام رمضان ایماناً و احتساباً غُفر لہ' ماتقدم من ذنبہ. رمضان کا روزہ اس حال میں نصیب ہو جائے کہ یقین کامل بھی ہو اور اپنا احتساب بھی کرے۔ تو اپنا احتساب کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ میں نے کیا کھویا میں نے کیا پایا۔ مولوی کی روایت سے پتہ نہیں چلتا۔ مولوی تو روایت میں بتا دیتا ہے کہ تجھے اتنے لاکھ حوریں ملیں گی اور اتنے کروڑ محل ملیں گے۔ لیکن ان سب چیزوں کا مدار کردار کی تبدیلی پر ہے عمل کی تبدیلی پر ہے۔ اور یہ ساری محنت اور سارا مجاہدہ ایمان کی تکمیل اُسے حق الیقین بنانے کے لئے وہ یقین جو کردار کو متاثر کرے۔ اعمال میں مثبت تبدیلی پیدا کر دے۔ اور آرزوؤں اور ارادوں کو بدل دے۔ آدمی ہے بتقاضائے بشریت اُس سے سستیاں بھی ہو جاتی ہیں' غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں' لیکن جو شخص اللہ اللہ کرنا چاہتا ہے اُسے تہجد کا اہتمام لازمی کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے الگ سے ایک محنت شروع کی ہے دوسروں سے زائد اجر چاہتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وضو فرما رہے تھے اور ایک خادم صحابیؓ مقرر تھے اور جو آپ ﷺ کو وضو کرایا کرتے تھے۔ وہ پانی ڈال رہے تھے حضور ﷺ وضو فرما رہے تھے۔ تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ میرے حال پہ کرم فرمائیں تو مجھے آخرت میں بھی اسطرح آپ ﷺ کی خدمت عالی کا اور آپ ﷺ کی صحبت میں رہنے کا موقع نصیب ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میرے ساتھ رہو۔ تو تم میری مدد کرو اُس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟ فرمایا تہجد پڑھا کرو۔

یہ صرف دو ایسی ہستیاں ہیں جنہیں ہر حال ہر لمحہ ہر آن معیت باری حاصل ہے۔

یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ میں نے اکثر ساتھیوں کو دیکھا ہے تہجد کے خانے میں کمی ہے تہجد کے بغیر بات نہیں بنتی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والصلوٰۃ والسلام کا کوئی لمحہ معیت باری سے خالی نہ تھا اور ذات محمد ﷺ کو ذات باری کی معیت حاصل تھی۔ انبیاء علیہم السلام میں آقائے نامدار ﷺ اور غیر انبیاء میں ابوبکر صدیقؓ۔ یہ صرف دو ایسی ہستیاں ہیں جنہیں ہر حال ہر لمحہ ہر آن معیت باری حاصل ہے۔ جن کی ذات کو اللہ کی ذات کی معیت حاصل ہے اس کے باوجود آپ ﷺ کو ارشاد ہوتا ہے یا یھا

المزملُ . قُم الیل الا قلیلاo نصفہ' او انقص منہُ قلیلاً. او زد علیہ.

آدھی رات جاگو' اُس سے کم جاگو' اُس سے زیادہ جاگو لیکن جاگو ضرور۔ ورتل القرآن ترتیلاًo اور خوب ترتیل کے ساتھ' مزے کے ساتھ' شعور کے ساتھ' آگہی کے ساتھ' قرآن کی تلاوت کرو۔ انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاًo ہم آپ ﷺ پر بہت بڑی ذمہ داری ڈال رہے ہیں۔ پوری دنیا کی' پوری انسانیت کی اصلاح کی ذمہ داری' اور آپ ﷺ کی ذمہ داری بھی بڑی ہے مصروفیات مشکلات بھی بڑی ہیں۔ اور دن بھر آپ ﷺ سفر فرماتے ہیں۔ پھر جہاں جاتے ہیں وہاں سے آپ ﷺ کو ایذا ملتی ہے۔ لوگ بات سنتے نہیں پتھر مارتے ہیں۔ تکلیف دیتے ہیں' طعنے مارتے ہیں' پریشان کرتے ہیں تو ان سب تکلیفوں اور ان سب تھکاوٹوں کے باوجود آپ ﷺ رات کو اٹھا کیجئے۔

ان ناشئتہ الیل ھی اشد وطاً. رات کا اٹھنا بڑا مشکل کام ہے۔ خالق کائنات جس نے انسان کو بنایا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی کیا کیا کمزوریاں ہیں؟ کیا کیا خامیاں؟ کیا کیا خوبیاں ہیں؟ وہ فرماتا ہے کہ انسانی وجود ایسا ہے کہ دن بھر کی مشقت محنت اور پھر جو جسمانی تھکاوٹ ہوتی ہے اُس کے ساتھ جو ذہنی طور پر کوفت اور تکالیف پہنچتی ہیں وہ کئی گنا آدمی کے اعصاب کو تباہ کر دیتی ہیں۔ پھر ایسے بندے کے لئے پھر رات کو اٹھ جانا۔ ھی اشد و طاً۔ یہ مشکل کام ہے لیکن جب اٹھ جائے تو واقوم قیلاً o بات کا مزا آجاتا ہے۔ بات مزا دے جاتی ہے۔ جب ساری دنیا میری بارگاہ سے غافل اور بیگانہ ہو کر پڑی ہوتی ہے مجھے وہ بندے بڑے پسند ہیں جو اُس وقت اٹھ کر میری بارگاہ میں سربسجود ہوتے ہیں۔ میرا کلام پڑھتے ہیں میرے نبی ﷺ پہ درود پڑھتے ہیں۔ وہی تو مجھے لوگ چاہیں۔ لہذا طالب الٰہی اور طالب مولا اور طالب بارگاہ نبوی ﷺ کے لئے یہ گنجائش نہیں ہے کہ جی راتوں کو اٹھنا مشکل ہے۔ مشکل ہے تو پھر پنگا کیوں لیتے ہو؟ مشکل ہے تو عام آدمی جس طرح سے آپ بھی رہو پھر آپ کو کیا ضرورت ہے کہ آپ کے لطائف بھی روشن ہوں۔ قلب بھی روشن ہو فنا فی الرسول ﷺ نصیب ہو جائے۔ بارگاہ نبوی ﷺ۔ تمنائیں یہ ہیں اور ارادے یہ۔ تو تہجد کے معاملے میں صوفی کے لئے رعایت نہیں ہے۔ اور میں حیران ہوتا ہوں کہ ہم نے تو ہندوؤں جوگیوں کو بھی دیکھا وہ زمانہ بھی دیکھا۔ اب بھی آپ بھی اُن کے حالات پڑھیے۔ تو وہ تو ایک رات نہیں کئی کئی راتیں مسلسل پانی میں' سارا سارا دن' ساری ساری رات ایک ٹانگ پہ کھڑے رہتے۔ عجیب حرکتیں کرتے۔ میرے خیال میں اتنی مشقتیں کرتے ہیں اور ہوتا کیا ہے؟ چند شتونگڑے چھوٹے چھوٹے شیطان کوئی اُن کے ساتھ مل جاتے ہیں یا اُن کی بات سن لیتے ہیں یا اُن کو نظر آتے ہیں کوئی کمال بھی نصیب نہیں ہوتا۔

جب ساری دنیا میری بارگاہ سے غافل اور بیگانہ ہو کر پڑی ہوتی ہے مجھے وہ بندے بڑے پسند ہیں جو اُس وقت اٹھ کر میری بارگاہ میں سربسجود ہوتے ہیں۔

حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ایک ہندو آیا ہندوؤں کا بڑا مانا ہوا بزرگ تھا اُس سے آپ رحمتہ اللہ علیہ پوچھتے رہے۔ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی یہ بتاؤ تمہارے یہ اتنے معتقدین ہیں تم میں کمال کیا ہے؟ تو وہ کہنے لگا جی میں نے بڑے مجاہدے کئے' بڑی محنت کی ہے اُس کے بعد مجھے یہ کمال حاصل ہوا کہ جب میں وہ اپنا عمل کرتا ہوں تو ایک شکل متشکل ہو کر میرے سامنے آجاتی ہے اور میں اُسے کہتا ہوں کہ مجھے یہاں سے وہاں پہنچا دو تو آن واحد میں وہ مجھے اپنے بازوؤں میں بھر کر وہاں۔ میں یہاں سے کہتا ہوں مجھے کراچی چھوڑ دو تو ایک منٹ میں میں وہاں ہوتا ہوں۔ تو اس لیے یہ سارے قائل ہیں اور میرا احترام کرتے ہیں۔ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا بھئی یہ تو ہم جہاز پہ بیٹھ کر بھی جا سکتے ہیں۔ گاڑی پہ بھی جا سکتے ہیں۔ پیدل بھی دیر سے پہنچ جائیں گے۔ کراچی جانا تو کوئی کمال

نہیں فوراً پہنچ گئے تو کیا کمال ہوا؟ ایک مکھی بھی اڑ کر جاسکتی ہے۔ایک پرندہ بھی' ایک چڑیا بھی' ایک کبوتر بھی' پہنچ سکتا ہے یہ تو کوئی کمال نہیں۔ ویسے ایک بات بتاؤ۔ کہ یہ جو اتنے مجاہدے کرنے کے بعد برس ہابرس محنت کرنے کے بعد یہ جو شکل تمہیں نظر آتی ہے تو جب وہ نظر آتی ہے تو تمہیں اُس سے اُنس اور پیار نصیب ہوتا ہے یا ڈر لگتا ہے۔ کہنے لگا جی نہیں بڑا ڈر لگتا ہے۔ بالکل بدن کا ذرہ ذرہ کانپنے لگتا ہے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ شیطان ہے۔ مومن ہو یا کافر شیطان تو انسان کا دشمن ہے اور ڈر دشمن ہی سے لگتا ہے تو تمہیں اس سے بھی سمجھ نہیں آتی کہ وہ شیطان ہے جس سے تم ڈرتے ہو۔ اگر کوئی اچھی مخلوق ہوتی یا فرشتہ ہوتا یا کوئی جسے تم سمجھتے ہو دیوی دیوتا خدا کا روپ ہیں تو پھر خدا ہوتا تو پھر خدا سے تو تمہیں محبت ہونی چاہیے تھی۔ پیار ہونا چاہیے تھا۔ یہ ڈرنے والی بات خوف زدہ ہونے والی بات اس کا مطلب ہے خوف زدہ تو بندہ دشمن سے ہی ہوتا ہے۔ تو شیطان کی قربت کے لئے۔

یہاں ہمارے پاس ایک نالے میں جہاں سارا سال پانی بہتا ہے۔ چٹانوں میں غاریں بنی ہوئی تھیں۔ اب تو وہ نہیں رہے وہاں لڑکوں نے توڑ دیئے۔ چھوٹی چھوٹی پختہ اینٹوں کی اور سیمنٹ کی کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں کہ رینگ کر بندہ اندر داخل ہو جائے اور اندر بیٹھا رہے لیٹ نہیں سکتا کھڑا نہیں ہوسکتا۔ صرف بیٹھ سکتا ہے۔ چالیس چالیس دن کے لئے چالیس گھونٹ پانی' چالیس دانے سوگی کے۔ ایک گھونٹ پانی اور ایک دانہ سوگی کا چوبیس گھنٹے کی خوراک ہے یہ لیکر ہندو اُس میں بیٹھ جاتے تھے اور چالیس دن چلہ کشی کرتے تھے۔ ملتا کیا تھا کسی شیطان کا قرب' جو اور گناہ میں انہیں اور کفر وشرک میں ملوث کرتا اور دنیا کے لئے شعبدہ بازی بن جاتی۔ تو اگر اس دنیوی شعبدے کے لئے اتنی مشقت کی جاسکتی ہے۔ یوگا والوں کو دیکھو یوگا کو عبادت تو نہیں سمجھتے لیکن بڑی مشکل مشکل حالتوں میں گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں۔ دو دو گھنٹے ایک حال میں بیٹھے رہتے ہیں۔ حالانکہ اُسے وہ ایکسر سائز سمجھتے ہیں۔ کوئی اُس یوگا پر اُن کا عقیدہ نہیں ہے کہ ثواب ہے یا عبادت ہے ایک ایکسر سائز ہے۔ بڑی مشکل حالت میں وہ اپنے آپ کو اُس پر دو دو گھنٹے لگا دیتے ہیں۔

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تہجد کے معاملے میں صوفی کے لئے رعایت نہیں ہے۔

تو یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ بندہ طلب الٰہی کا دعوے دار بھی ہو اور اُسے رات کا اٹھنا مشکل۔ رات کا اٹھنا مشکل ہے تو دن کو آپ نے کرنا کیا ہے؟ دن سارا تو دنیوی مصروفیات کی نذر ہو جاتا ہے۔ بندہ نہ چاہے تو بھی اُس کی توجہ ہر طرف بٹی رہتی ہے۔ کوئی اطلاع آ گئی' کہیں سے خط آ گیا' کوئی ملاقاتی آ گیا' کسی سے لین دین' کسی کے دینے ہیں' کہیں کوئی کام ہے' کوئی مزدوری ہے' کوئی تجارت ہے' کوئی کاروبار ہے' دن تو دنیاوی کاموں سے فارغ نہیں ہونے دیتا بڑی ہمت کی بات ہے کہ کوئی درود شریف پڑھتا رہے۔ یا اللہ اللہ کرتا رہے یا اللہ کو یاد کرتا رہے اور لڑ بھڑ کر دن بھر کی نمازیں پوری کرلے تو بڑی ہمت کی بات ہے۔ متوجہ الی اللہ ہو کر اللہ اللہ کرنے کا وقت تو رات ہی کو ہوتا ہے۔ اپنی راتوں کو زندہ کیجئے۔ آرام بھی کیجئے لیکن جاگیے بھی سہی۔ اور تہجد کا اہتمام کیجئے اور بالکل ہی کوئی سمجھے کہ میں نہیں اٹھوں گا تو پھر کم از کم تہجد پڑھ کے سوجائے۔ کبھی بہت سفر سے تھک کے آیا ہے یا بیمار ہے یا کوئی ایسی وجہ ہے کہ نہیں اٹھا سکے گا تو افضل یہ ہے کہ عشاء کے بعد سو کر اٹھا جائے اور تہجد پڑھی جائے۔ لیکن اگر یہ خطرہ ہو کہ رہ جائے گی تو پھر عشاء کے بعد تہجد پڑھ لی جائے افضل طریقہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد سو کر اٹھے خواہ گھنٹے بعد جاگ آ جائے' دو گھنٹے بعد آئے یا طلوع فجر

سے پہلے کسی وقت آ جائے۔ تہجد پڑھ کر بھی سویا جاسکتا ہے۔

ہم نے ایک یہ مصیبت بھی کھڑی کر لی ہے کہ تہجد کیلئے اٹھنا ہے تو فجر ساتھ ہی پڑھنی ہے یہ ضروری نہیں ہے جس وقت آنکھ کھل جائے عشاء کے بعد اگر آدمی سو گیا جب آنکھ کھل جائے پندرہ منٹ آنکھ لگنے کے بعد آنکھ کھل گئی تو اٹھ کر تہجد پڑھ لے پھر سو جائے۔ فجر کے لئے پھر اٹھ جائے۔ یعنی تہجد کی فضیلت صرف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مغرب کے بعد اور عشاء سے پہلے سونے سے منع فرمایا ہے کہ عشاء پڑھ کر سویا جائے بہتر یہ ہے' افضل یہ ہے کہ عشا پڑھ کر سویا جائے اور تہجد کی فضیلت اس میں ہے کہ عشاء پڑھ کر سو جائے خواہ بیس منٹ بعد، گھنٹے بعد، جاگ آ جائے' تو اُٹھ کے وضو کرے' تہجد پڑھے' ذکر کرے' پھر سو جائے' پھر اُٹھ کے فجر پڑھ لے۔ اس نے بھی کچھ ہمارے لئے مشکل کر دی ہے کہ ہم اس کو لے گئے ہیں ایسے وقت پر کہ تہجد کے لئے اٹھیں تو پھر ساتھ فجر پڑھ کے پھر آگے چلتے جائیں۔ تو وہی اس لئے مشکل لگتا ہے کہ پھر آگے دن بھر کام ہوتا ہے۔ بندے کو تو یہ ضروری نہیں کہ فجر کے ساتھ اُسے ملایا جائے۔ تہجد کی فضیلت صرف یہ ہے کہ عشا کے بعد آرام کر کے اٹھ کے پڑھا جائے۔ اسے تہجد کہتے ہی یہ اس لئے ہیں کہ اس میں جدوجہد محنت مشقت لگتی ہے۔ اُدکھا ہوتا ہے' عادت نہیں ہوتی' مشکل کام ہے۔ تو تہجد کا اہتمام کم از کم صوفی کے لئے بہت ضروری ہے۔

محنت کیجئے زندگی کے دن اسی طرح گنے ہوئے ہیں جس طرح رمضان شریف کی آمد آمد تھی آج ہم اُسے الوداع کہہ رہے ہیں۔ یہ تو ہمیں گنتی پتہ تھی' زندگی کی گنتی کا بھی ہمیں پتہ نہیں۔ کہ کب ساتھ چھوڑ دے؟ تو جب بھی ساتھ چھوڑے زندگی طلب الٰہی میں مستعد ہو باقی وہ قادر ہے' غفور الرحیم ہے' اُس کا کرم کرم عظیم ہے وہ بہت بڑا بخشنے والا ہے' ہماری توقعات سے زیادہ اُس کی بخشش ہیں۔ وہ رحم فرمانے والا

مومن ہو یا کافر شیطان تو انسان کا دشمن ہے اور ڈر دشمن ہی سے لگتا ہے۔

ہے' لیکن آدمی اپنی طرف سے اُس کے کرم کا طالب تو ہو۔

دعا کیجئے اللہ کریم جو کمی کوتاہی لغزشیں ہوئی ہیں انہیں معاف فرمائے اور یہ ٹوٹی پھوٹی عبادتیں' اعتکاف' رمضان' اذکار' تلاوت' صدقات' یہ سب قبول فرمائے دنیا اور آخرت کی رسوائی سے پناہ دے۔ موت کی سختی اور قبر کے عذابوں سے پناہ دے ہمیشہ اپنی امان میں رکھے زندگی موت اور مابعد الموت آسانیاں پیدا فرمائے اور اپنے رحم اور کرم کا سایہ فرمائے۔ امین

بقیہ: من الظلمت الی النور

پڑھنے سے دل کو روحانی قوت نصیب ہوئی۔ بوچھال کلاں میں شفاخانہ حیوانات کے ساتھ ہی تھانہ اور مولوی عبدالرؤف صاحب کی مسجد ہے یہاں بندہ دو سال نماز جمعہ پڑھتا رہا۔ جب مولوی صاحب کو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب جمعہ دارالعرفان منارہ پڑھتے ہیں تو انہوں نے مجھے وہاں جانے سے منع کیا کہ وہ بدعت سکھاتے ہیں اور آنکھیں بند کرا کے پتہ نہیں کیا کرتے ہیں؟ لیکن بندہ کو جو حقیقت نصیب ہو چکی تھی اب اسے کون چھڑا سکتا تھا؟ میں نے انہیں سلسلہ عالی کا تعارف کرایا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

اللہ کے ولیوں کے بارے بندہ ناچیز ان کی کرامات کو ہی ان کے کمال کی دلیل سمجھتا تھا۔ لیکن سلسلہ عالیہ کی نسبت سے معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ کی پابندی رزق حلال' معاملات اور اخلاق کا اچھا ہونا ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

گزشتہ سال 27 رمضان المبارک 2003ء کو اللہ کی توفیق سے روحانی بیعت کا بھی شرف حاصل ہوا ہے۔ جو میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے دعا ہے کہ موت تک سلسلہ عالی سے نسبت رہے اور یہ نسبت دوسروں تک پہنچانے کا سبب بن جاؤں اور غزوۃ الہند میں شہادت کی موت نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ حضرت مدظلہ العالی کی محبت سے زیادہ سے زیادہ برکات نبوی حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆

من الظلمت الی النور

حضرت مدظلہ العالی کی صحبت سے اتنا متاثر ہوا کہ شریعت مطہرہ اور دین اسلام کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی۔ معاملات میں کھرا پن اور رزق حلال کی فکر لاحق ہو گئی۔ سلسلہ عالیہ کی نسبت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ کی پابندی' معاملات اور اخلاق کا اچھا ہونا ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے دعا ہے کہ موت تک سلسلہ عالیہ سے نسبت رہے اور یہ نسبت دوسروں تک پہنچانے کا سبب بن جاؤں۔

ڈاکٹر غلام حسین

☆☆ شکرگڑھ ☆☆

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نماز کی پابندی شروع ہی سے تھی۔ کالج آف ویٹرنری سائنسز لاہور سے 1980ء میں ڈاکٹر آف ویٹرنری میڈیسن (D.V.M) کی ڈگری حاصل کی۔ کالج سے جب فارغ ہوئے تو تبلیغی جماعت کے ساتھیوں کی ترغیب سے آزاد کشمیر کے علاقہ میں چالیس دن لگائے' کالج میں پڑھائی کے دوران مولانا مودودی صاحب کی کتابیں پڑھنے کے لئے ملتی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود دینی فہم اور شعور نہ ہونے کے برابر تھا۔ گھر میں پہلے ہی دینی ماحول کوئی نہ تھا۔

1980ء میں، میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفاخانہ حیوانات چھمال شکرگڑھ میں بطور ویٹرنری ڈاکٹر گورنمنٹ سروس کا آغاز ہوا۔

1986ء میں شکرگڑھ سے تبادلہ شفاخانہ حیوانات بوچھال کلاں ضلع چکوال میں ہو گیا۔ تقریباً 1988ء کی بات ہے کہ بوچھال کلاں کا ایک بزرگ بابا یعقوب نامی ہسپتال میرے دفتر میں آئے اور انہوں نے مجھے ذکر کا طریقہ اور حضرت مدظلہ العالیٰ کا پتہ دیا۔ لہذا ایک دن جمعہ پڑھنے کی غرض سے منارہ دارالعرفان حاضر ہوا۔

حضرت مدظلہ العالیٰ کا دیدار اور بیان زندگی میں پہلی دفعہ نصیب ہوا۔ دل نے فوراً حقائق کو تسلیم کیا لیکن ذہن ابھی تک سوچ و بچار میں مبتلا ہے کہ بیعت کی جائے یا نہ کی جائے۔ کیونکہ میرا پیری مریدی سے کوئی واسطہ نہ تھا اور نہ ہی پیروں کی بیعت کے بارے کبھی خیال آیا تھا۔ جمعہ کا اہتمام باقاعدگی سے دارالعرفان منارہ شروع ہو گیا۔ اب کیا تھا کہ دوسرا یا تیسرا جمعہ گزرا تھا کہ چار ساتھیوں کے ہمراہ حضرت مدظلہ العالیٰ کے کمرہ میں ظاہری بیعت کا شرف حاصل ہو گیا اور ساتھ ذکر بھی شروع کر دیا ابھی ذکر شروع کئے ہفتہ ہی گزرا تھا کہ میں نے اپنے ملازم حبیب خاں سے کہا کہ میں نے آج سے چہرہ پر سنت داڑھی مبارک رکھ لی ہے اور آئندہ Shave نہیں کراؤں گا اور تم بھی داڑھی رکھ لو تو اس نے بھی فوراً آمین کہی۔ نماز اور شریعت کی پابندی کے باوجود معاملات اور حلال و حرام میں کوئی پرواہ نہیں کی جاتی تھی۔ ہسپتال میں ڈیوٹی ٹائم میں پرچی فیس کے علاوہ گورنمنٹ کی دوائی اور ٹیکہ استعمال کر کے مریضوں سے پیسے لینے میں کوئی برائی اور قباحت نہ تھی لیکن جب سے حضرت مدظلہ العالیٰ کی صحبت نصیب ہوئی تو دل اتنا متاثر ہوا کہ شریعت مطہرہ اور دین اسلام کی حقیقت کھل کر سامنے آئی۔ معاملات میں کھرا پن اور رزق حلال کی فکر لاحق ہو گئی۔

باطنی علوم اور برکات نبوی تو دور کی بات ہے دین کا ظاہری علم بھی پاس نہ تھا یہاں تک کہ قرآن کو صحیح نہیں پڑھ سکتا تھا لیکن حضرت مدظلہ العالیٰ کی محبت کی برکت سے قرآن کریم تجوید کے مطابق پڑھنے' عربی زبان سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ جمال القرآن پڑھنا شروع کیا۔ عربی گرائمر کی کتب حاصل کی جس سے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عربی زبان اور تجوید سے واقفیت حاصل ہو گئی۔ ماہنامہ المرشد کی لائف ٹائم ممبر شپ حاصل کی جس سے علمی اور روحانی پیاس بجھنے میں مدد ملی۔ حضرت مدظلہ العالیٰ کی تفسیر اسرار التنزیل اور سلسلہ عالیہ کی دوسری کتب

بقیہ صفحہ نمبر 41

دورِ غلامی کی باقیات

وہ لوگ جو جنگ آزادی میں ریشمی رومال اور تحریک خلافت جیسی متعدد کاوشوں میں کام آئے جنہوں نے دھرتی ماں کو انگریز کے ناپاک قدموں تلے سے ہٹا دیا۔ پھر چاہے وہ زمین ان کا مدفن بنی لیکن کافر وہاں اپنا قبضہ برقرار نہ رکھ سکے مگر اب صورتحال یہ ہے کہ ہمارے دلوں سے حمیت و غیرت ملی و مذہبی جیسے جذبات اٹھ گئے اور پوری قوم ہی نے مغرب کی غلامی قبول کر لی۔☆☆☆☆☆

آسیہ اسد اعوان

☆☆......راولپنڈی......☆☆

برصغیر پاک و ہند پہ مسلمانوں نے ایک ہزار سال حکومت کی اور خوب کی۔ ہندو، سکھ مسلمان سب کو اپنی رعایا سمجھا اور کسی سے امتیازی سلوک روا نہ رکھا۔ غوری، سوری، تغلق، غلامان یا مغل غرض ہر مسلمان حکمران خاندان میں ایسے ایسے درِ نایاب گزرے ہیں کہ آج بھی اُن کے ذکر پہ تاریخ کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔ ہاں کالی بھیڑیں کس گلے میں نہیں ہوتیں۔ جہاں اچھے مسلم حکمران گزرے ہیں وہاں چند ایک نام ایسے بھی ہیں جن کے تذکرے پہ تاریخ سربہ گریباں ہے۔ کچھ ہم بھی جب موازنہ کرنے پہ اترتے ہیں تو دور خلفائے راشدین سے نیچے دم نہیں لیتے۔ جن کا مقابلہ ایک عام صحابی نہیں کر سکتا تو غیر صحابی سے یہ توقع کرنا کہ اُن کے پائے کا عدل و احسان اور ورع و تقویٰ کا حامل ہو، ناانصافی ہے، ہاں عام مسلمانوں کے ساتھ موازنہ کرنا چاہیئے۔ خیر وہ ایک دور تھا جو گزر گیا۔ ان کا عمل اُن کے ساتھ اور اس کا اجر ان کے پاس۔ مگر ہم اتنا کہہ کر فارغ نہیں ہو سکتے۔ ان صدہا سال کا نیک نامی و بدنامی کے علاوہ بھی ایک قرض ہم پہ باقی ہے۔ یہ وطن، یہ آزادی اُسی دور حکمرانی کا ثمر ہے۔

برٹش دور کی آمد سے ہندو کا تو صرف آقا تبدیل ہوا پہلے مسلمان تھے تو اب انگریز ہو گئے

> **قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ منزل ان کو ملی جو شریک سفر نہ تھے جس کا خمیازہ آج تک یہ قوم بھگت رہی ہے**

جب یہ دونوں نہیں تھے تب بھی وہ ہاتھ باندھے کھڑے ہونے اور ہر زبردست شے کے سامنے سر ٹیکنے کا عادی تھا یہ مسلمان ہی تھے جن کا ماضی، خون اور مذہب نہ سمجھوتہ کرتا ہے۔ نہ غلامی قبول کرتا ہے۔ جنہوں نے انگریزوں کے تسلط اور ہندو کی عیاریوں کا دامے درمے، سخنے مقابلہ کیا۔ والیان ریاست نے اپنے طور سے، عالموں نے اپنے انداز میں اور جوانوں نے اپنے خون سے حتیٰ کہ انگریز کو ہمارا وطن چھوڑتے بنی۔

لیکن قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ منزل ان کو ملی جو شریک سفر نہ تھے جس کا خمیازہ آج تک یہ قوم بھگت رہی ہے وہ ایک عہد تھا جو شہیدوں کے خون سے رقم ہے وہ ختم ہوا۔ اور یہ ایک باب ہے جو ختم ہی نہیں ہو رہا۔ جس میں ہر طرف ظلم کا دور دورہ ہے اور سارے ستم اپنوں ہی کے ڈھائے ہوئے ہیں۔ وہ جو شمع آزادی کو اپنے خون سے روشن کئے ہوئے تھے انہیں اقتدار کا کوئی لالچ نہ تھا۔ ان کی یہ بے غرضی چند خودغرضوں کے کام آئی۔ اور پھر اس کے بعد کی کہانی یکساں ہے کہ چہرے بدلتے ہیں نام بدلتے ہیں لیکن کردار نہیں بدلتا اور یہ کھیل گذشتہ 50 دہائیوں سے جاری ہے جسے خاموش تماشائی کی طرح دیکھتے دیکھتے ایک پوری نسل پل کر جوان ہو گئی ہے ہر آدمی اس بے حسی اور خودغرضی کی زد میں ہے۔ اور یہ وہ عام آدمی ہے جو عدل کے ثمرات سے ناواقف ہے، جسے اپنے حقوق کی تکمیل کا لطف کبھی آیا ہی نہیں۔ جو نہیں جانتا ایک پرامن اور خوشحال معاشرہ کیا ہوتا ہے؟ اس لئے کہ ہم سے اب تک ہر آنے والا

حکمران اس طرح سلوک کرتا رہا ہے کہ گویا وہ مالک ہو اور باقی قوم اس کی غلام۔ ملک کی تمام تر دولت اس کے عیش و آرام کے لئے ہے۔ لوگ بے شک افلاس کی چکی کا لقمہ بنتے رہیں' فاقے کریں' فٹ پاتھ پہ سوئیں ننگے بدن سردی اور گرمی کو زور آزمائی کی دعوت دیا کریں حکمرانوں کو سوائے اپنے اقتدار کے اور کوئی سے شے عزیز نہیں اس کام کے لئے اسے مغرب کی خوشنودی درکار ہے۔ کیونکہ انگریز جاتے جاتے بھی چال چل گیا۔ وہ لوگ جو جنگ آزادی میں' ریشمی رومال اور تحریک خلافت جیسی متعدد کاوشوں میں کام آئے جنہوں نے دھرتی ماں کو انگریز کے ناپاک قدموں تلے سے ہٹا دیا پھر چاہے وہ زمین ان کا مدفن بنی لیکن کافر وہاں اپنا قبضہ برقرار نہ رکھ سکا۔ ان کے ساتھ انگریز نے بھی پوری پوری دشمنی نبھائی۔ وہ ملک جو اس نے چھینا تو مسلمانوں سے تھا' بندر بانٹ کے ذریعے اس کو دولخت کر دیا ایک حصہ ہندوؤں کے سپرد کر دیا اور دوسرا مارے بندے مسلمانوں کو دے دیا۔ ایسا کیوں ہوا؟

اس لئے کہ غاصب امانتیں نہیں لوٹایا کرتے۔ مزید اس نے چال یہ چلی کہ قوم کے غداروں اور اپنے وفاداروں کی جماعت کو آگے لایا جن میں سے کوئی سر تو کوئی سردار ہوا۔ اور یوں ایک جاگیردار طبقہ جنہیں ان کی غداری کے عوض جاگیریں ملی تھیں وجود میں آیا جن کے ہاتھ میں وہ زمام اقتدار تھما گیا۔ تب سے اب تک بلواسطہ یا بلاواسطہ نسل در نسل یہ غداران وطن ہم پہ حکومت کر رہے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ہمارے دلوں سے حمیت وغیرت ملی ومذہبی جیسے جذبات اٹھ گئے۔ جو شاہ کا مذہب وہ سب کا کے مصداق پوری قوم ہی نے مغرب کی غلامی قبول کر لی ہم اپنے ماضی سے کٹ گئے تو دوستوں اور دشمنوں میں فرق مٹ گیا۔ غلامی کے طوق کو گلے کا زیور سمجھ کر اپنی گردنوں میں سجا لیا جس کے پاس بھی چند روپے اپنی ضرورت سے فالتو آ جاتے ہیں وہ یہی کوشش کرتا ہے کہ لارڈ صاحب بن جائے

اس کے بعد کی کہانی یکساں ہے کہ چہرے بدلتے ہیں' نام بدلتے ہیں لیکن کردار نہیں بدلتا اور یہ کھیل گزشتہ ۵۰ دہائیوں سے جاری ہے جسے خاموش تماشائی کی طرح دیکھتے دیکھتے ایک پوری نسل پل کر جوان ہوگئی ہے۔

یہ ملک جسے بنانے والوں نے اسلام کا قلعہ تصور کیا تھا' اپنوں کی غداری اور اغیار کی ہوشیاری کے باعث کبھی اسلام کے ثمرات سے بہرہ مند نہ ہو سکا۔ کاش ہم نے تحریک آزادی کے مجاہدوں سے، اپنی تاریخ سے کچھ سبق سیکھا ہوتا۔ لیکن ہمارے بچے سپر مین' وین ڈیم اور آرنلڈ شواسنگر کو تو جانتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ ٹیپو کون تھا؟ حیدر کس شیر کا نام تھا؟ بن قاسم' بن زیاد کے احسانوں سے یہ قوم کس قدر گراں بار ہے۔ ورنہ ہم سفید چمڑی کے رعب تلے یوں نہ دب گئے ہوتے کہ ہم اپنے رہن سہن میں اوڑھنے پہننے میں' اخلاق و کردار میں سنت کی پیروی کی بجائے گوروں کے نقش قدم پہ چلنا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ ہماری بچیاں بھی جینز چڑھا کر ہیرو بنی پھرتی ہیں اور بیٹے بال بڑھا کر۔

انگریز تو چلا گیا لیکن ہم ایسے باوفا غلام ہیں کہ غلامی چھوڑنے پہ آمادہ ہی نہیں' انسان صرف اسی کی رضا چاہتا ہے جسے وہ اپنا محبوب سمجھتا ہو' پھر وہ اُس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ ہم نے بھلا دیا' صبغتہ اللّٰہ من احسن من اللّٰہ صبغتہ۔ رنگ اللہ کا اور کس کا اچھا رنگ ہے اللہ کے رنگ سے۔ اہل مغرب کا یہ حال ہے کہ بُش آج بھی اپنی ہر فتح کو صلیبی جنگوں کی شکست کا انتقام گردانتا ہے۔ رہا سوال حق ہمسائیگی کا تو مشرقی پاکستان کی علیحدگی پہ اندرا گاندھی نے کہا تھا۔ آج ہم نے اپنی ہزار سالہ غلامی کا بدلہ لے لیا۔ ہم ہیں کہ ویلنٹائن ڈے اور بسنت منانے میں مصروف ہیں۔

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ہمیں تو یہ بھی گوارا نہیں کہ اس طرح کی باتیں کر کے ہمارے جشن خراب کئے جائیں۔ ایٹمی پروگرام خطرے میں ہے تو کیا ہوا؟ جشن بہاراں سے زیادہ ضروری تو نہیں ہے۔ کشمیر کی ڈور ہاتھ سے جا رہی ہے تو جائے۔ پتنگ کی ڈور نہ کٹنے پائے۔ ابھی تو ہمیں بھارت سے باہم

تجارت وثقافت کے نام پہ نہ جانے کیا کچھ امپورٹ کرنا ہے۔ گزشتہ نسلوں کا قرض نہ آئندہ نسلوں کا فرض، ہمیں کچھ یاد نہ دلایا جائے۔

نیند سی نیند ہمیں اب نہ جگانا لوگو!

لیکن کاش خواب غفلت کی تعبیر بھیانک نہ ہوا کرے، سچائیاں تلخ اور حقائق اس قدر بدصورت نہ ہوا کریں اور بھگتنا نہ پڑا کریں۔ بس ریت میں سر دبا کر آزمائشیں ٹل جائیں اور ہمیں کچھ بھی نہ کرنا پڑے۔ بھلا ایسے بھی کبھی ہوا ہے، جو بیج بویا اُس کی فصل ملے گی، جو عمل کیا اس کا حساب دینا ہی پڑتا ہے۔ ہم تو بہت آسان سا شکار ہیں اس لئے کہ جو قوم اپنے محسنوں کو فراموش کر دے دشمن کے لئے اس کو بے راہ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور راہ سے بھٹکے ہوؤں کو مارنا اس سے بھی آسان تر۔

اعمال تو اعمال ہم تو اخلاق وکردار میں بھی گم کردہ راہ ہیں ہم نے منافقت کا نام اخلاق رکھ لیا ہے۔ دلوں سے کینہ نہیں جاتا، بغض اور حسد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور بظاہر ہم سا **Civilized** کوئی نہ ہوگا گویا اخلاق بھی انگریز سے **Import** کیا ہوا ہے نبی رحمتؐ سے نہیں سیکھا۔ اللہ سے تعلق مضبوط ہوتا تو اس کی باتیں سیکھتے۔ اپنے محسنوں کا احسان مانتے تو ہمارا بھی ایمان جوش مارتا اور ہمیں تقویت دیتا۔ حالات سے لڑنا سکھاتا۔ یوں سمجھوتوں کی ڈگر پہ نہ چل رہے ہوتے۔ لیکن غلامی کی باقیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم حالات کا مقابلہ کرنے کی بجائے ہاتھ پیر توڑے قسمت کے فیصلے کے منتظر بیٹھے رہتے ہیں۔ مظلوم بنے ہمدرد اور حالات کو بُرا بھلا کہنے کا ہمیں شوق ہو گیا ہے ہمارا شاعر، ہمارا ادیب، ہمارا خطیب سبھی اپنا روز بیاں ہاری ہوئی باتوں پہ خرچ کر دیتے ہیں۔ یا آپس میں ایک دوسرے کے خلاف محاذ کھولے رکھتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں بتاتا کہ تم وہ قوم ہو جس کا آخری فرد بھی آخری دم تک جدوجہد کرتا ہے۔ حالات کا مقابلہ کرتا اور دشمن کو زیر کرتا ہے۔ جنہیں ان کے نبیؐ نے سیسہ پلائی دیوار کہا ہے۔ جن کے لئے شکست ایک لفظ بے معنی ہے کہ اس کی موت بھی حیات ہے۔

کوئی یہ نہیں بتاتا کہ تم وہ قوم ہو جس کا آخری فرد بھی آخری دم تک جدوجہد کرتا ہے۔

ہم ہیں کہ حزب اللہ وحزب رسولؐ کو چھوڑ کر کافروں سے مرعوب ہو گئے ہیں۔ حی الفلاح کی صدائیں تو آج بھی بلند ہو رہی ہیں لیکن ہمیں شاید تبھی ہوش آئے گا جب اس طوق کا گھیرا ہم پہ مزید کس دیا جائے گا۔ اتنا کہ دم گھٹنے لگے تب ہمیں یہ خبر ہوگی اور اس بات کا یقین آئے گا کہ ہم تو دشمن کی صفوں میں کھڑے ہیں اور دشمن تو ظاہر ہے دشمنی ہی کرے گا۔

بس اک ذرا انتظار

افغانستان تاراج ہو چکا، ایران نے گھٹنے ٹیک دیئے، عراق کو تو شک کا بھی فائدہ نہ دیا گیا اور امریکہ نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ سعودی عرب پہلے ہی سے امریکی فوجوں کا بیس کیمپ ہے۔ باقی کون بچا، پاکستان یا بھارت اللہ کا علم ازلی وابدی ہے اور علیم وخبیر ہے اس نے بہت پہلے یہ بتا دیا ہے کہ دنیا میں دو ہی جماعتیں ہیں کافر اور مسلمان۔ مثال سامنے ہے، بھارت کی طرف امریکہ کا جھکاؤ دیکھا جا سکتا ہے۔

ہم ہیں کہ دونوں کے سامنے سربہ زانوں ہیں، اب جو مزاج یار میں آئے۔ پسپائی اختیار کرتے کرتے نوبت بہ ایں جارسید کہ امریکی فوجیں ارض پاک میں اتر چکی ہیں۔ ان کے ایجنٹ پورے ملک میں جہاں جی چاہے دندناتے پھرتے ہیں۔ ساتھ ہی کشمیر کے مسئلے پہ ہم نے یوٹرن لے لیا اور بھارت سے تجارت وثقافت کی باتیں ہونے لگیں۔ اس قدر جلدی بھول گئے کہ سن ۲۰۰۲ء بھارتی فوجوں کے مقابل سرحدوں پہ پاک فوج نے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گزارا۔ اگر یہ ایٹم بم کی طاقت نہ ہوتی تو شائد آج حالات کچھ اور ہوتے۔

اور ہم تو اس محاذ پہ بھی مات کھا گئے۔ کوئی تو کیا الزام لگائے گا ہم خود ہی اپنے سائنسدانوں کو کٹہرے میں لے آئے۔ آخر ہمیں اور کتنا جھکنا ہے؟ ابھی غلامی کا حق ادا کرنے میں اور کتنی کسر باقی رہ گئی ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ کا فضل

ہم نے چونکہ ایک سخت قسم کا اور تنگ راستہ بنا لیا ہوا ہے اور ہم سارے سرنگ میں چلنے کے عادی ہیں۔ کھلے راستوں کے عادی نہیں رہے اس لیے یہ سارے واقعات اور اللہ کے فضل اور رحمتیں نظر نہیں آتیں ورنہ اللہ کا فضل تو مسلسل جاری ہے۔ اب یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ ہماری آنکھیں سلامت ہیں اور ہم دیکھ سکتے ہیں۔☆☆☆☆☆

اشفاق احمد

آج کل ہمارے اردگرد جو باتیں بڑی شدت سے ہونے لگی ہیں کہ یہ دنیا بڑی MATERIALISTIC ہوگئی ہے۔ ہم مادی زندگی میں داخل ہو گئے ہیں لالچی ہو گئے اور ہماری توجہ روپے پیسے کی طرف زیادہ ہے پہلے شاید ایسا زمانہ نہیں تھا لیکن میں سوچتا ہوں اور اپنے بچپن کی طرف لوٹتا ہوں اور اس مسئلے پر غور کرتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے کہ بڑی دیر سے ہماری MATERIAL اور مادے کے ساتھ وابستگی چلی آ رہی ہے اور ہم لوگوں کے ساتھ جو اتنی وابستگی نہیں ہونی چاہیے تھی پھر بھی موجود ہے پتا نہیں کیوں؟ اس وابستگی کی بیشمار وجوہات ہوں گی لیکن میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ بڑا عجیب ہے اور میں اسے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں کہ آپ بھی اس پر غور کریں اور سوچیں۔ جب ہم بچپن میں لڑکپن میں جمعہ کی نماز پڑھنے جاتے تھے تو اپنے اباجی کے خوف کے باعث جاتے تھے۔ وہ تیار ہو کر کپڑے بدل کر ہمیں بھی نئے صاف کپڑے پہنا کر جمعہ پڑھانے لے جاتے تھے میٹرک تک ہم نے تقریباً ایسا ہی جمعہ پڑھا ہے زور زبردستی۔ لیکن جب میں فرسٹ ایئر میں آیا اور یہاں آ گیا بڑے شہر میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے تو پھر عجیب بات ہے کہ جمعہ مجھے اچھا لگنے لگا اور میں اس میں اپنی مرضی ایما اور دل کی خوشی سے داخل ہو گیا اور جمعہ پڑھتا رہا۔ پڑھائی کا دور ختم ہوا۔ پھر بھی جمعہ کا چلن ویسے ہی رہا اور جمعہ کے بارے میں اللہ کا یہ حکم ہے اس کا مفہوم میں بیان کرتا ہوں۔ اے مومنو! جب نماز کی اذان دی جائے تو جمعہ کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت بند کر دو اور جب نماز ادا کر چکو تو پھر دور دور پھیل جاؤ اور اپنے اللہ کے فضل کی تلاش شروع کر دو۔ اس میں اللہ کے فضل کا جو بریکٹوں میں ترجمہ عام طور پر دیا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ تم پھر اپنی روزی کی تلاش کی طرف لگ جاؤ۔ ہم بھی یہی سمجھتے رہے اور اب تک بھی یہی سمجھا جاتا رہا ہے پچھلے چند سال کی بات ہے میرے ساتھ ایک اور صاحب بھی قریب قریب اکثر جمعہ پڑھنے آتے تھے میری ہی عمر کے تھے لیکن میں نے ان سے کبھی کچھ پوچھا ہی نہیں کبھی علیک سلیک بھی نہیں ہوئی لیکن ہم ایک دوسرے کی طرف مقناطیسی طور پر ضرور متوجہ ہوتے تھے ایک دن جب وہ نماز ادا کر چکے اور نکلنے لگے اور ہم جوتے پہن رہے تھے تو میں نے کہا صاحب آپ کیا کرتے ہیں اور کہاں رہتے ہیں؟ اس نے کہا میں سکول ٹیچر ہوں اور ریٹائر ہو چکا ہوں میں نے کہا میں بھی ریٹائر ہوں۔ جو آدمی ریٹائر ہوتا ہے وہ بہت بے چین ہو جاتا ہے نئی نوکری تلاش کرنے کیلئے۔ اس میں اتنا خوف پیدا ہو جاتا ہے ریٹائرمنٹ کے قریب کہ وہ گھر کے کام کا نہیں رہتا اور لڑائیاں کرتا ہے اور جلدی فوت ہونے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرا نوکری کا کام تو ختم ہو گیا گھر والے بھی اسے بڑا نالائق سمجھتے ہیں کہ یہ خوامخواہ ریٹائر ہو کر گھر بیٹھ گیا ہے۔

> جو آدمی ریٹائر ہوتا ہے وہ بہت بے چین ہو جاتا ہے نئی نوکری کی تلاش کرنے کے لئے

ہم دونوں تقریباً اسی کیٹیگری میں تھے میں نے کہا اب آپ کیا کرتے ہیں؟ اس نے کہا میں جمعہ کی نماز پڑھ کر پھیل جاتا ہوں اور اللہ کے فضل کی تلاش میں نکل جاتا ہوں۔ میں نے کہا اللہ کے فضل کی تلاش تو یہ ہے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں جمعہ پڑھ کے (میں اس زمانے میں ریڈیو میں ملازم تھا) دور دور تک تو نہیں پھیلتا تھا کیونکہ میرا کام لاہور ہی میں ہوتا تھا۔ میں امریکن سفارتخانے کو جمعہ کے دن انگریزی سے اردو اور اردو سے انگریزی میں تراجم کرکے دیتا تھا اور معقول معاوضہ حاصل کرتا تھا پھر انہیں وائس آف امریکہ میں کچھ ریکارڈنگز کی ضرورت تھی تو ظاہر ہے کہ میں وہ کام بطریق احسن کرتا رہا۔ میں جمعہ پڑھنے کے بعد اللہ کے فضل کا سہارا لیتا تھا اور جمعہ سے قبل خرید و فرخت بند کر دیتا تھا۔ میں نے اس سے کہا آپ نے کچھ طے نہیں کیا ہوا۔ پہلے سے پتا ہونا چاہئے کہ آپ کو جا کر کیا کرنا ہے۔ آڑھت منڈی جانا اکبری منڈی یا سوتر منڈی میں جا کر کام کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب میں نے جمعہ کے حوالے سے یہ قرآنی آیات پڑھیں تو میرے دل پر یہ وارد ہوا کہ اللہ کا فضل خالی روزی ہی نہیں اور رزق خالی کھائی جانے والی ماش دال چھلکے والی گرم مصالحہ لون (نمک) مرچ ہی نہیں اللہ کے فضل کے بڑے روپ ہیں۔ اس نے کہا کہ جب میری شادی ہوئی اور میری ماں نے لڑکی کو تلاش کیا تو میں نے اسے پہلے نہیں دیکھا تھا کیونکہ پہلے دیکھنے کا اس وقت رواج ہی نہیں تھا۔ میں نے کہا اماں! کیسی ہے اس نے کہا کہ بس ٹھیک ہے۔ تھوڑی سی اس میں کسر ہے ذرا بھینگی ہے۔ تم اسے برداشت کرنا کہ یہ اللہ کا رزق ہے اور تمہیں اس میں اللہ کا فضل تلاش کرنا ہے۔ لڑکی کی شکل صورت میں کچھ ڈھونڈنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔ جب میں نے اپنی بیوی کو دیکھا تو اس کی شکل تقریباً ملکہ نورجہاں سے ملتی تھی۔ بہت خوبصورت تھی اور اس کی آنکھوں میں کوئی ''ٹیڑھ ویڑھ'' (بھینگا پن) بھی نہیں تھا۔ وہ کہنے لگا کہ اس سے مجھے بڑا شاک ہوا کہ اماں نے میرے ساتھ اچھا مذاق کیا ہے۔ میں نے کہا' اماں وہ ٹھیک ٹھاک ہے۔ کہنے لگی یہ تو تجھ پر اللہ کا فضل ہو گیا اور وہ تیری بیوی نہیں وہ اللہ کا فضل ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ پتوکی جیسا علاقہ خشک ہے آب و گیاہ، کڑوا پانی، لیکن وہاں اللہ نے اتنے پھول پیدا کر دیئے ہیں کہ ہم وہ ولایت کو ایکسپورٹ کر رہے ہیں.

اب میرے ذہن میں یہ آیا کہ میں اللہ کے فضل کی تلاش میں نکلوں۔ میں نے اس سے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ نکل سکتا ہوں۔ اس نے کہا ذرا دور تلک آپ پیدل چلیں گے؟ میں نے کہا ہاں وہ پیدل چلتا رہا مجھے تو اتنی پریکٹس نہیں تھی اس لیے میں منہ میں گولی رکھ کے چلتا رہا۔ یہ جو عمران خان کا ہسپتال ہے ہمارے لاہور میں شوکت خانم یہ کھلی جگہ ہے۔ وہاں قریب ہی بہت ساری جھگیاں ہیں چنگڑوں کی اور ان کے بچے جو ہیں وہ پرانے لفافے اکٹھے کرتے ہیں۔ ہم وہاں پہنچے تو ان کے چودہ پندرہ سولہ سال کے بڑے اچھے کڑیل قسم کے لڑکے جو لفافے اکٹھے کرنے کا پیشہ کرتے تھے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھ کر ہاتھ ہلا کر کہا آ گئے' آ گئے آ گئے،، اور خوشی سے نعرے مارے۔ میرے ساتھ جانے والے نے اپنی جیب سے نکال کر سیٹی بجائی۔ وہ سارے آٹھ لڑکے قطار میں کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا پچ تیار ہے۔ لڑکوں نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے کہا وکٹیں لگاؤ اور پھر وہاں کرکٹ کا میچ شروع ہو گیا اور یہ ایمپائر بن کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یہ کئی مہینوں سے کرکٹ کھیلتے تھے اور ان بیچاروں کو کوئی ایمپائر نہیں ملتا تھا تو لڑتے تھے۔ میں جب اللہ کے فضل کی تلاش میں نکلا تو میں نے دیکھا وہ تو یہاں پڑا ہے۔ وہ بڑے سخت ایمپائر تھے اور بڑی سختی کے ساتھ فیصلہ دیتے۔ جب انہوں نے ایک لڑکے کو ایل بی ڈبلیو دیا تو میرے اندازے میں وہ غلط تھا' لیکن جب انہوں نے انگلی اٹھائی تو بیٹسمین وہیں پہ بلا چھوڑ کر چلا گیا۔ انہوں نے ایسے ڈسپلن والے بچے تیار کیے ہوئے تھے کیونکہ وہ جو انہیں کھلانے والا تھا وہ کسی اور پچ پر کھیل رہا تھا اور وہ پچ کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں ہر جمعہ یہاں آ جاتا ہوں میرا ان کے ساتھ وعدہ ہے اور اس طرح میں اللہ کے فضل کی تلاش میں نکلتا ہوں اور مجھے اس کا فضل کثیر صورت میں نصیب ہوتا ہے۔ اب میں ان سے بڑا شرمندہ ہوا کہ میں جا کر ترجمے کرتا

تھا اور پیسے کماتا تھا کیونکہ بریکٹ میں یہی لکھا ہوا ہے اس نے کہا کہ جب میں نے آیات کے ترجمے میں پھیل جانا پہلی بار پڑھا تو مجھے اس پھیلنے کا یہی مطلب ملا کہ چلتے جاؤ چلتے جاؤ۔ سو اشفاق صاحب میں چلتا گیا چلتا گیا اور ریلوے سگنل کے پاس پہنچ گیا جہاں پر میرے رشتے کی ایک بھانجی رہتی تھی اور وہ بیچارے غریب لوگ تھے ۔تھی وہ میری چچازاد بہن کی بیٹی' لیکن چونکہ وہ امیر نہیں تھے اور ہم نے ان جانب توجہ نہیں دی اور کبھی ملے ہی نہیں ۔ جب چلتے چلتے اس کا گھر آ گیا تو میں اندر چلا گیا' تو اس نے خوشی سے چیخیں ماریں کہ ''ماما جی آ گئے' ماما جی آ گئے'' اور اپنی دو بیٹیوں کو بلا لیا کہ یہ میرے ماما جی ہیں۔ وہ بھی میرے ساتھ لپٹ گئیں اور کہنے لگیں' ماما جی! آپ ہمارے پاس آتے کیوں نہیں؟ میں نے کہا' میں جمعہ پڑھنے کے بعد اس کے فضل کی تلاش میں نکلا ہوں' تو آج مجھے یہ فضل نصیب ہوا ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ اسے اپنی بھانجی کی بیٹیاں اور وہاں کی پانچ لڑکیاں پرائیویٹ کالج سے ایف ایس سی کر رہی تھی اور کسی بڑے کالج نے انہیں جمعہ کی شام کو پریکٹیکل کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ وہ چونکہ سب اکیلی ہوتی تھیں اور علاقہ بہت دور تھا۔ تو وہ ڈرتی تھیں اور جاتی نہیں تھیں۔ لہذا جب مجھے پتا چلا تو میں ان کا سپاہی بن کر ہر جمعہ انہیں کالج لے بھی جاتا تھا اور لے کر بھی آتا تھا۔ یہ میری ڈیوٹی اس آیت کی وجہ سے لگی رہی۔ میں خوش رہا۔ میں زندگی میں اتنا خوش کبھی نہیں ہوا جتنا کہ اللہ کا فضل ملنے کے بعد رہا۔

ایک دن میری بھانجی نے کہا کہ ماما جی! آپ آتے تو رہیں گے یہاں کہ نہیں؟ میں نے کہا یہاں ضرور آتا رہوں گا بھانجی نے کہا کہ عقیلہ اور بجیلہ کا بندوبست ہو گیا اور کالج نے کچھ چندہ کے عوض ایک دین کی سہولت دے دی ہے۔ میں کہا نہیں پھر بھی آتا رہوں گا لیکن ظاہر ہے کہ ایسے ربط کے ساتھ نہیں آسکوں گا مجھے کوئی نوکری یعنی (اللہ کا فضل) تلاش کرنا پڑے گا (یہ فضل کی نوکری بڑے مزے کی ہوتی ہے' یہ بیٹھے بٹھائے ہر کسی کو نہیں ملتی)۔ کہنے لگے کہ یہ بھی اللہ کی بڑی مہربانی رہی کہ میں بھانجی کو ملنے وہاں

ہم سارے تھوڑی سی لچک پیدا کر کے چڑنا چھوڑ دیں' جلنا بھننا چھوڑ دیں تو آسانیاں اور اللہ کا فضل حاصل ہو سکتا ہے۔

جاتا رہا اور مجھے ایک کھوئی ہوئی بھانجی مل گئی۔ بھانجی نے کہا کہ ماما جی! یہاں قریب ہی ایک خاتون ہیں' جو معذور ہیں چلنے پھرنے سے اور اکیلی ہی رہتی ہیں۔ انہیں سودا وغیرہ لانے کا کوئی انتظام نہیں ہے (یہ ڈیوٹی ذرا سخت تھی) تو میں جمعہ کے بعد ان کے پاس گیا۔ وہ پڑھی لکھی خاتون تھیں' لیکن طبیعت کی سخت تھیں۔

میں نے ان سے کہا کہ جی سودا میں لا دیا کروں گا۔ اس خاتون نے پہلے میری شکل غور سے دیکھی اور کہنے لگی' دیکھو! تم مجھ پر مہربانی کرنے آئے ہو' لیکن میں تمہیں پہلے پیسے نہیں دوں گی۔ تم سودا لا دیا کرو اور حساب کر دیا کرو تو پھر میں پیسے دوں گی کیونکہ کئی لوگ دھوکہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں' جی یہ تو میری توہین ہے۔ میں کیوں بے ایمانی کروں گا آپ کے ساتھ۔ میں تو پہلے پیسے لوں گا۔ جب میں اڑ گیا جب خاتون نے میرے چہرے سے بھانپ لیا کہ ماسٹر کریم شرارت کے طور پر ایسا کر رہے ہیں اب اس خاتون نے پتوکی سے پھولوں کے بیج منگوائے۔ پتوکی جہاں بہت پھول ہوتے ہیں پتوکی سے ہم پھول ایکسپورٹ کرتے ہیں یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ پتوکی جیسا علاقہ خشک بے آب و گیاہ کڑوا پانی وہاں اللہ نے اتنے پھول پیدا کر دیئے ہیں کہ ہم وہ ولایت کو ایکسپورٹ کر رہے ہیں۔ وہ خاتون ہر بار سودے اور چیزوں کا بغور جائزہ لیتی تھیں کبھی کہتیں یہ دار چینی تو اتنے کی نہیں ہوتی تم تین آنے زیادہ دے آئے ہو یہ سوکھا دھنیا جو بھی کچھ ہوتا تھا ان کی قیمتوں کا سخت جائزہ لیتی تھیں اور اسے سخت طریقے سے بار بار چیک کرتی تھیں اور میں نے کئی دفعہ یہ ارادہ کیا میں اس فضل کو چھوڑ دوں لیکن جب جمعہ کی اذان ہوتی تو میں دوڑتا ہوا نماز کیلئے آتا تھا کہ تم پھر اللہ کی زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو تو میں پھر رہ نہیں سکتا تھا اور اس سخت اور کڑوی خاتون کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا۔

میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے فضل کی ایک ہی شکل نہیں ہے اللہ کا فضل تو وسیع ہے یعنی میری اور آپ کی سانس سے لے کر

کبھی کبھی آدمی ناشکرا ہوتا ہے کہ مجھے زندگی میں کیا ملا۔ یہ بیبیاں ہوتی ہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر چڑ جاتی ہیں۔ میری پوتی ناراض ہو کر جب دروازے میں چابی ڈالتی ہے۔ تو وہ کھلتا نہیں پھر چڑ جاتی ہے اور کہتی ہے ماما! یہ مجھ سے کیوں نہیں کھلتا ہے؟ بس ذرا سی بات پر رنجیدہ ہو جاتی ہے حالانکہ وہ بیچارا کھل رہا ہوتا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں کہوں کھل جا سم سم تو یہ جھٹ سے کھل جایا کرے۔ میں نے کہا اللہ نے تم کو اتنی نعمتیں دی ہیں۔ کہنے لگی نہیں نہیں کوئی نعمتیں نہیں دیں۔ میرے پاس کون سی نعمت ہے بتائیں؟ میں نے کہا کہ ہم نے مرسیڈیز لینی ہے یہ ٹویوٹا کرولا تو فضول چیز ہے میں نے کہا دیکھو یہ اللہ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ تم کو سب سے قیمتی چیز مفت مل رہی ہے وہ آکسیجن ہے دنیا کی بیش قیمتی چیز اگر تمہیں ہر صبح جا کر خریدنی پڑے تو کتنی مشکل ہوئی قتل وغارت گری ہو' کچھ کنٹرول ہی نہ ہو۔ اللہ جو ہمیں پانی دیتا ہے اور میں پانی کو دیکھ کر سوچتا ہوں کہ یا اللہ تعالیٰ تو نے یہ کیسے بنایا اور ہمارے کتنے کام اس کے ساتھ وابستہ ہیں اور ہمارا کام مفتا مفت چلا جا رہا ہے۔ تو اللہ کے فضل کے بڑے روپ ہیں۔

یہ ''زاویہ'' پروگرام تو آپ سے ملاقات کا ایک بہانہ ہے۔ میں اسی لئے عرض کرتا ہوں اپنے آپ کو سمجھانے کے لئے بھی۔ میرے اندر ایک چڑ رہتی ہے اور میں ایک سخت گیر آدمی ہوں اور ایک انسان میں لچک ہونی چاہئے۔ وہ میرے اندر نہیں ہے اور اپنے آپ کو سمجھانے کے لئے میں آپ کا سہارا لیتا ہوں کہ اے اشفاق احمد! اللہ کا فضل تو بڑے مختلف روپ میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ نے تو کبھی غور نہیں کیا کہ جب آپ کرکٹ کا کوئی میچ دیکھنے بیٹھتے ہیں' تو بڑا فضل بڑی راحت محسوس ہوتی ہے۔ کبھی Tension میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کہ ''اوہ'' اگر اس کا چھکا لگ جاتا تو بڑی اچھی بات ہوتی۔ اچھا شوکت خانم کی جھگیوں کے پاس جو لڑکوں کی ٹیم ہے' وہاں چوکے تک کی تو اجازت ہے' چھکے کی نہیں ہے۔ اب دیکھیے امپائر نے کتنی سخت شرط لگائی ہوئی ہے' چھکے کی اجازت اس لئے نہیں ہے کہ چوکے کے باہر ارد گرد کوٹھیاں شروع ہو جاتی ہیں اور چھکے سے خطرہ ہوتا ہے کہ بال ان کے شیشوں میں جا نہ لگے' لیکن اگر کوئی چوکا چھکے کی اہمیت کا ہو تو امپائر (یہ پاکستان کا واحد امپائر ہے' جو دونوں ہاتھ کھڑے کر کے چھکے کا فیصلہ دے دیتا ہے اور اس کے فیصلے کو دونوں ٹیمیں تسلیم کر لیتی ہیں' کسی کو اعتراض نہیں ہوتا سو جناب اللہ کی مہربانیوں کے بڑے روپ ہیں اگر ہم سارے تھوڑی سی لچک پیدا کر کے چڑنا چھوڑ دیں' جلنا بھننا چھوڑ دیں تو آسانیاں اور اللہ کا فضل حاصل ہو سکتا ہے ذرا ذرا سی بات پر چڑنا کہ بس لیٹ آتی ہے دیر ہو جاتی ہے۔ فلاں کام ہماری مرضی سے نہیں ہوا۔

ایک نابینا بابا بس سے اترا اور میں نے ہی اسے مدد کر کے اتارا۔ عین اسی وقت جب نابینا بزرگ کو اترنے والے ایک صاحب کے cell phone پر فون آ گیا۔ انہوں نے کہا ہیلو!،، تو نابینا صاحب نے بھی کہا ہیلو! اس صاحب نے کہا کیسا حال ہے؟ نابینا صاحب کہنے لگے اللہ کا شکر ہے۔ وہ صاحب تو اپنی بات کر رہے تھے لیکن نابینا صاحب اسے پورا ٹھیک جواب دے رہے تھے۔ وہ صاحب فون پر کہنے لگے کل آپ نہیں آئے؟ نابینا صاحب کہنے لگے کل آپ نے مجھے کب بلایا تھا وہ کہنے لگے نہیں میں نے وعدہ کیا تھا وہ کہنے لگے تم نے وعدہ کیا تھا۔ نابینا صاحب کہنے لگے نہیں میں نے وعدہ نہیں کیا۔ اب میں درمیان میں کھڑا ہوں اور سوچ رہا ہوں زندگی میں کیسے کیسے عجیب وغریب واقعات سامنے آتے ہیں آپ اگر غور سے سفر کریں تو ایسی عجیب وغریب چیزیں ملتی ہیں۔

میں جو آپ سے عرض کرتا ہوں یہ یہیں کہیں وہیں سے اکٹھی کی ہوئی باتیں ہوتی ہیں لیکن ہم نے چونکہ ایک سخت قسم کا اور تنگ راستہ بنا لیا ہوا ہے اور ہم سارے سرنگ میں چلنے کے عادی ہیں کھلے راستوں کے عادی نہیں رہے اس لیے یہ سارے واقعات اور اللہ کے فضل اور رحمتیں نظر نہیں آتیں ورنہ اللہ کا فضل تو مسلسل جاری ہے۔ اب یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ ہماری آنکھیں سلامت ہیں اور ہم دیکھ سکتے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فضل کی تلاش میں زیادہ آسانیاں عطا فرمائے اور اتنی آسانیاں عطا فرمائے کہ آپ انہیں تقسیم کریں اور لوگ ان سے فائدہ حاصل کریں اور انہیں آگے تقسیم کر سکیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مجاہدوں کا حاصل

آج کے بے دین اور بے راہ رو فرقے اعتراض کرتے ہیں لیکن جو کہتا ہے کہتا رہے جس کا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے وہ ان سب باتوں سے بالاتر ہو جائے یہ مقصود ہے۔ اور یہی تعلق شیخ سے ہو تو برکات نصیب ہوتی ہیں اور انجام بخیر ہوتا ہے۔ ورنہ ساری کمائیاں لٹنے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ بنانے میں وقت لگتا ہے گرانے میں وقت نہیں لگتا۔ تعمیر میں محنت لگتی ہے تخریب میں نہیں۔ تو جب تک رشتہ ایمان ذات عالی سے نہ ہو گا بات نہیں بنے گی

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 03-11-19

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٭ امنو او عملو الصٰلحٰت و امنوا بما نزل علی محمد وھُو الحق من ربھم کفر عنھم سیاتھم و اصلحَ بالھُمo ذلک بان الذین کفرُوا اتبعوا الباطل و ان الذین امنوا اتبعوا الحق من ربھمo کذالک یضربُ اللّٰہُ للناس امثالھُمo

چھبیسویں پارے میں سورۃ محمد ارشاد ہے۔

والذین امنو وعملو لصلحت وامنو بما نزل علی محمد ﷺ وھو الحق من ربھم کفر عنھم سیاتِھم و اصلح بالھُمo

وہ لوگ جنہیں ایمان نصیب ہوا، جو ایمان لائے۔ وعملوا الصلحت۔ اور اُن کے کردار کی اصلاح ہو گئی اور انہوں نے نیک کام کئے، بھلے کام کئے۔ وامنو بما نزل علی محمد۔ اور اُس کتاب کے ماننے کا حق ادا کر دیا جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس آیت کریمہ میں ایک بہت ہی عجیب بات ہے جو شاید سرسری ترجمے سے تو نظر نہ آئے لیکن کوئی بھی آدمی ذرہ سا بھی اس پہ فکر کرے، غور کرے، تو سمجھ لے گا کہ آیت شروع ہوتی ہے جو لوگ ایمان لائے اور صرف ایمان نہیں لائے۔ وعملواالصلحت۔ انہوں نے نیک کام بھی کئے ایمان لانے سے مطلب تمام ضروریات دین پر

> آپ ﷺ ارشاد نہیں فرماتے جب تک اللہ کی طرف سے وحی نہیں آتی۔

ایمان لانا۔ اللہ کو ماننا، اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو ماننا، اللہ کی کتاب کو ماننا، فرشتوں کے وجود کو ماننا، جنت دوزخ کو ماننا، آخرت کو ماننا، تمام ضروریات دین پر یقین کرنے کا نام ہے۔ امنوا۔ اور یہ مان کر ہی کسی کو عمل صالح کی توفیق ہوتی ہے۔ چونکہ عمل میں صلاحیت از خود پیدا نہیں ہوتی۔ صلاحیت پیدا ہوتی ہے جب اُس عمل کا حکم اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ دیتا ہے۔ اُس عمل کی تعریف جب اللہ کا نبی کرتا ہے تو عمل صالح ہو جاتا ہے اور جو اللہ کی بارگاہ میں رد ہو جاتا ہے یا اللہ کا نبی علیہ الصلوۃ والسلام جسے رد فرما دیتا ہے۔ وہ غیر صالح ہو جاتا ہے۔ اب ایک کام ہے کہ ہم رزق کماتے ہیں اُس کے بے شمار ذرائع ہیں۔ اگر محض رزق کمانا مقصود ہو تو وہ جوئے سے بھی کمایا جا سکتا ہے، چوری ڈاکے سے بھی کمایا جا سکتا ہے، رشوت لینے سے بھی کمایا جا سکتا ہے، اگر اُس کے کمانے میں رسول اللہ ﷺ کا اتباع شامل ہے اور جو طریقے آپ ﷺ نے جائز قرار دیئے ہیں اُن طریقوں سے کمایا جاتا ہے تو وہ کمانا بھی عبادت بن جاتا ہے اور رزق حلال کا کمانا افضل ترین عبادت ہے عبادت میں صرف نماز، روزہ نہیں ہے یہ بھی ایک غلط فہمی ہے۔ حصول رزق حلال بھی اُسی طرح فرض عین ہے جس طرح نماز، روزہ حج، زکوۃ، فرض عین ہے اور کسی فرض پر عمل کرنا ہی عبادت ہے۔ اُس رزق کو جب خرچ اس طرح کیا جاتا ہے جس طرح اللہ کا حکم ہے۔ جس طرح اللہ کے پیامبر ﷺ کی سنت ہے تو وہ

عبادت بن جاتا ہے حدیث شریف میں ارشاد ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مومن اپنے بچوں کو جو کچھ کھلاتا ہے' گھر والوں پہ جو خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ ہے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ گھر والوں کا نان ونفقہ تو اُس کے ذمے واجب ہے۔ اللہ نے اُس پر مقرر کر دیا۔ فرمایا! اللہ کی اطاعت ہی تو عبادت ہوتی ہے اگر اللہ نے اُس پر مقرر کر دیا ہے اور وہ اُسے ادا کرتا ہے تو اللہ کی اطاعت ہی کا نام عبادت ہے جس طرح صلوۃ اس لئے عبادت ہے کہ اللہ کا حکم ہے اُس پر عمل کرنا عبادت ہے۔ حج اس لئے عبادت ہے کہ اللہ کا حکم ہے اُس پر عمل کرنا عبادت ہے۔ اسی طرح اہل وعیال کا نان ونفقہ بھی تو اللہ نے بندے پر مقرر کر دیا ہے اور جب اس پر عمل کرتا ہے تو وہ بھی عبادت ہے اور اب یہی رزق کمانا اور اُس کا خرچ کرنا عمل صالح بھی ہے اور اگر یہ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے حکم کے خلاف ہو جائے تو وہی غیر صالح ہو جائے گا تو یہاں یہ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں۔ اس کے بعد پھر ارشاد ہوتا ہے **وامنوا بما نزل علی محمد** ﷺ خصوصی طور پر اس بات کا یقین کرنا کہ یہ ساری کی ساری نعمت جو ہے ہمیں حضرت محمد ﷺ کی ذات کی طرف سے نصیب ہوئی ہے۔ اور اُن کی وساطت سے نصیب ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کے وسیلے سے نصیب ہوئی ہے۔ قرآن کریم ساری مخلوق کو آواز دیتا ہے **یا یھا الناس**۔ کہتا ہے۔ **ھدی للناس** ہے ساری مخلوق کی رہنمائی کرتا ہے اور اللہ کے ہر بندے سے بات کرتا ہے۔ کافر ہے تو اُسے تنبیہ کرتا ہے۔ ترغیب سے بات کرتا ہے۔ مومن ہے تو اُس کی تعریف کرتا ہے۔ اُس سے اللہ کے انعامات کا وعدہ کرتا ہے۔ لیکن یہ سعادت نصیب کس طرح سے ہوئی۔ فقہاء لکھتے ہیں کہ بچہ جب ہوش سنبھالے تو اُسے یہ یاد دلاؤ کہ میں حضرت محمد ﷺ کو جو حضرت عبداللہ کے بیٹے جو مکہ میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے مدینے ہجرت فرمائی' میں اُن کو اللہ کا نبی مانتا ہوں یعنی

ہر حال میں' ہر موقع پر' ہر جگہ آپ ﷺ کی شان میں اضافہ ہی ہوگا اُس میں کمی نہیں آئے گی۔

اس طرح سے ساری خدائی سے الگ کر کے پہچان کر کے، ایک ہستی کو متعین کر کے، مانا جائے۔ نبوت وہی ہے وہی چیز جو ہوتی ہے مرہوب لہ، کی ذاتی ملکیت بن جاتی ہے۔ جس طرح آسانی سے سمجھنے کے لئے آپ سب جانتے ہیں کہ باپ نے اپنی جائیداد ایک بیٹے کو ہبہ کر دی۔ یا کسی دوست کو ہبہ کر دی۔ اب ہبہ کرنے کے بعد جب اُسے قبضہ دے دیا تو وہ بھی واپس نہیں لے سکتا۔ پھر وہ اُس کی ملکیت ہے۔ اس طرح نبوت وہی ہوتی ہے اللہ کریم عطا کر دیتے ہیں اور نبوت وہی ہوتی ہے اللہ کریم عطا کر دیتے ہیں اور نبوت واپس لی نہیں جاتی۔ رب العلمین جسے نبی بناتے ہیں پھر اُسے نبوت سے معزول نہیں فرماتے۔ اُس کی ذات کا وصف بن جاتا ہے۔ پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی معترض اعتراض کرے' کوئی الزام لگانے والا اُس پہ الزام لگائے' کوئی کسی طرح کی سازش کر کے اُس سے وہ عظمت چھین لے یہ ممکن نہیں ہوتا۔ اس لئے یہاں متعین کر دیا گیا۔ **بما نزل علی محمد** ﷺ۔ اب اس **بما نزل** میں صرف قرآن نہیں ہے' اُس میں حدیث بھی موجود ہے۔ جو کچھ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ قرآن تو وحی متلو ہے وہ وحی ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ جو اللہ ہی کا کلام ہے الفاظ وحروف اور جملے فقرے محاورے سارا کچھ اللہ ہی کا ہے۔ حدیث وہ ہے جو نازل تو اللہ کی طرف سے ہوئی مفہوم اللہ کا ہے' بات اللہ کی ہے' لیکن الفاظ جملے اور فقرے محمد رسول اللہ ﷺ کے ہیں۔

ماینطق عن الھویٰ ان ھوا لا وحی' یو حیٰ۔ آپ ﷺ ارشاد نہیں فرماتے جب تک اللہ کی طرف سے وحی نہیں ہوتی۔ جیسے آج صبح یا کل بیان ہو رہا تھا کہ نماز کی فرضیت تو قرآن میں موجود ہے لیکن اُس کی رکعت کتنی ہیں' اُس میں سجدے کتنے ہیں' رکوع کہاں ہے' کس طرح سے شروع کرنی ہے؟ کس طرح سے ختم کرنی ہے؟ یہ تفصیل تو کوئی نہیں یہ تو ہم سنت سے لیتے ہیں اور سنت بھی وحی الٰہی ہے۔ **نُزل علی محمد**۔ چونکہ آپ ﷺ بغیر وحی

الٰہی کے اللہ کی اجازت سے، اللہ کے حکم سے ارشاد نہیں فرماتے۔ تو جو تفصیل آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ بھی نزل علی محمد میں شامل ہے پھر نبوت آپ ﷺ کی ذات کا وصف ذاتی بن گیا۔ یعنی کسی حیلے حوالے سے کوئی بھی آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے اُسے الگ نہیں کرسکتا۔ نہ دنیا میں الگ کرسکتا ہے دنیوی زندگی میں، نہ دنیوی موت اُسے الگ کر سکتی ہے نہ یہ عالم الگ کرسکتا ہے' نہ برزخ الگ کرسکتا ہے' نہ دنیوی موت اُسے الگ کرسکتی ہے نہ یہ عالم الگ کرسکتا ہے' نہ برزخ الگ کرسکتا ہے' نہ ہنگامہ حشر الگ کرسکتا ہے' نہ آخرت' ہر حال میں' ہر موقع پر' ہر جگہ آپ ﷺ کی شان میں اضافہ ہی ہوگا اُس میں کمی نہیں آئے گی۔ اسی لئے روضہ اطہر ﷺ کا آج وہی ادب ہے جب حضور ﷺ اس عالم فانی میں جلوہ افروز تھے تو جہاں تشریف فرما ہوتے تھے تو جو ادب روضہ اطہر ﷺ کا لازمی تھا آج بھی وہی ادب لازم ہے اور کوتاہی یا گستاخی کرنے والا آج بھی اُسی طرح محروم ہے۔

ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون. جو آج بھی گستاخی یا کوتاہی کرے گا اُس کے اعمال اُس کے منہ پہ مار دیئے جائیں گے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ اپنے عہد خلافت میں روضہ اطہر ﷺ کے سامنے حجرہ مبارک کے سامنے کھڑے تھے۔ مسجد میں کوئی بدوی صحرائی مسلمان آیا۔ اُس نے کسی سے اونچی زبان میں بات کی۔ عہد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں مسجد نبوی ﷺ میں سنگریزے اور کنکریاں بچھائی گئی تھیں بارش ہوئی کھجور کے تنوں کی اور اُس پر کھجور کے پتے ڈال کر اوپر مٹی ڈالی گئی تھی' چھت تھی' نیچے فرش بچھا تھا' تو محراب سے چھت ٹپکی اور حضور ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی تو آپ ﷺ کے رُخ انور ﷺ پر مٹی لگ گئی تو صحابہ کرام نے اجازت چاہی کہ یارسول اللہ ﷺ اجازت دیں کہ ہم کنکریاں لے آئیں اور نیچے فرش بچھادیں

> حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً پیغام بھیجا کہ یہ آواز پیدا کر کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا نہ دو۔

تاکہ کیچڑ نہ ہوا کرے۔ تو وہ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے ایک کنکری اٹھا کر اُس بدوی کو ماری اور اُسے اپنی طرف متوجہ کیا وہ قریب آیا تو آہستگی سے فرمایا کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میں بھی گستاخی کر بیٹھوں گا تو میں تجھے دُرے مارتا کہ تو بارگاہ عالی ﷺ میں اتنی اونچی آواز سے بات کر رہا ہے۔

حجرات مبارکہ کے سامنے گلی تھی اور گلی کی دوسری طرف گھر تھا۔ گھر میں اہل خانہ میں سے کسی نے دیوار میں میخ ڈالنا چاہی۔ اپنی کوئی ضرورت ہوگی کام ہوگا وہ ٹھک ٹھک کی آواز آرہی تھی۔ حضرت عائشہ الصدیقہؓ نے فوراً پیغام بھیجا اور دو لفظوں کا جملہ تھا۔ لا توذوا رسول اللہ ﷺ۔ کہ یہ آواز پیدا کر کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا نہ دو ٹھک ٹھک نہ کرو۔ حالانکہ وہ گلی کے اُس پار تھے حجرہ مبارک میں انہیں خود سنائی دے رہی تھی۔ انہوں نے منع فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آرام گاہ ہے اور یہاں شور نہیں کرنا۔

نبوت خاصہ ہے ذات محمد رسول اللہ ﷺ کا گویا سارے آداب' سارے احترام' ساری محبتیں' ساری اطاعتیں' جو نبوت کے لئے ضروری ہیں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے نچھاور کی جائیں گی۔ کوئی حضرت محمد ﷺ اور نبوت کو الگ نہیں کرسکتا جو لحاظ' جو احترام' نبوت کا ہے جو ادب نبوت کا ہے' جو اتباع نبوت کا ہے' جو محبت نبوت سے ہے' جو عشق' جو پیار' نبوت سے ہے جو غلامی نبوت کی مقصود ہے۔ جو احترام نبوت کا مقصود ہے' جو عظمت نبوت کی دل میں ہے یہ ساری کی ساری محمد ﷺ کے لئے اور یہ صرف میرے اور آپ کے لئے نہیں' یہ صرف اُن کے لئے نہیں جو گزر گئے' یہ صرف اُن کے لئے نہیں جو آنے والے ہیں' یہ ساری کائنات کے لئے ہیں۔ چونکہ آپ ﷺ رحمۃ للعلمین ہیں۔ اللہ کے سوا ساری کائنات کے لئے رحمت الٰہی ہیں۔ ساری کائنات کے سارے جذبے' ساری کائنات کی ساری محبتیں' ساری کائنات کے سارے عشق' ساری کائنات سارے پیار' ساری کائنات کے سارے احترام' ساری کائنات کی

ساری قربانیاں ساری کائنات کی ساری غلامیاں اور اطاعتیں کس کے لئے ہیں محمد ﷺ کے لئے اور یہ نعمت ایمان لانے کے بعد نیکیاں کرنے کے بعد، عبادتیں کرنے کے بعد، ذکر، اذکار، مراقبے کرنے کے بعد، منازل حاصل کرنے کے بعد نصیب ہوتی ہے۔ کیسی عجیب بات ہے قرآن حکیم کی ترتیب ہی دیکھ لیں۔

والذین امنو وعملوا الصلحت

ایمان لائے، نیک کام کئے، بات تو مکمل ہوگئی ایمان بھی نصیب ہو گیا، نیکی بھی نصیب ہو گئی، زندگی نیکی میں بسر ہو گئی، عبادات میں بسر ہو گئی، فرمایا نہیں عبادت کا حاصل اس دنیا میں یہ ہے کہ انہیں میرے نبی ﷺ سے پیار ہو جاتا ہے۔ اگر یہ نہیں ہے تو عبادات نہیں ہیں پھر محض اٹھک بیٹھک ہے۔ کھیل تماشہ ہے۔ ایمان نہیں ہے ایک روایت ہے آباؤ اجداد سے گلے پڑ گیا۔ ہم نے مان لیا۔ نفری میں پیدا ہو گئے، مسلمانوں کی، مسلمان کہلانے لگے۔ یہ ایک حادثاتی اسلام جو ہے یہ مقصود نہیں ہے۔ وہ اسلام مقصود ہے جس کا حاصل اللہ کے نبی ﷺ کا عشق ہو۔ اور ہماری دنیاوی ضروریات بھی ہیں اور ہمیں آخرت کی بخشش بھی چاہئے۔ ہمیں صحت بھی چاہئے، بیماریوں سے پناہ بھی چاہئے، ہم اس سب کیلئے کیا کریں؟ ہمارے پاس ساری فرصت صرف عشق و محبت کے لئے تو نہیں ہے ہم صرف پیار ہی تو نہیں کر سکتے ہمارے تو اور بھی بہت سے مسائل ہیں۔ ہمیں زندہ بھی رہنا ہے فرمایا! وھوالحق من ربھم. اس لئے کہ جو کچھ آقا نامدار ﷺ کو عطا ہوا۔ سب حق ہے اور تم سب کے رب کی طرف سے ہے۔ جو سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ سب کا پالنے والا ہے سب کا خالق و مالک ہے۔ جب یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔ جب عشق نبوی ﷺ نصیب ہوتا ہے جب محبت ہو جاتی ہے محمد بن عبداللہ ﷺ سے۔ کفر عنھم سیاتھم. میں اُن کی کوتاہیوں سے بھی درگزر کرتا ہوں۔ بحیثیت انسان اُن سے لغزشیں ہوتی ہیں۔ چھوٹی موٹی خطائیں ہو جاتی ہیں۔ بھول چوک ہو جاتی ہے انسان ہیں کفر عنھم سیاتھم میں اُن کے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ واصلح بالھم. دنیا اور آخرت کے سارے کام اُن کے سیدھے کر دیتا ہوں۔ واصلح بالھم ۵ یہاں اس قرآن مجید میں اس کا ترجمہ لکھا ہے اُن کی حالت سنوار دی جاتی ہے۔ اب حالت تب ہی سنورے گی جب کام سیدھے ہوں گے۔ تو دنیا اور آخرت کی ساری پریشانیوں کا حل بھی نکل آتا ہے۔ رزق کے وسائل بھی نصیب ہو جاتے ہیں۔ بیماریوں سے صحت بھی نصیب ہو جاتی ہے۔ مصیبتوں اور پریشانیوں سے نجات بھی نصیب ہو جاتی ہے۔ دنیا تو ایک معمولی سی چیز ہے اُخروی پریشانیاں اور جہنم جیسی بلاؤں سے آزادی نصیب ہو جاتی ہے لیکن کب؟ جب وہ میرے نبی ﷺ کے ہو جائیں اور اگر یہ انہیں انعام نصیب نہیں ہوتا۔ رواجی طور پر سنا سنایا ایمان بھی لے آئے، عبادت بھی کرتے رہے، فرمایا مجھے اُن کی پرواہ نہیں ہوتی نہ مجھے اُن کی ضرورت ہے۔ اللہ نے کوئی نفری پوری نہیں کرنی، کوئی ووٹ نہیں لینے، کہ کوئی دل سے دے رہا ہے یا ویسے ہی دے رہا ہے ووٹ تو دے رہا ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں تو جاں نثاری اور خلوص دل سے جاں نثاری چاہیے۔ اور وہ جان جو آقائے نامدار ﷺ پر فدا ہونا چاہئے۔ نبی اللہ نہیں فرمایا، نام نامی لیکر فرمایا کہ بھئی میرے محمد ﷺ کا جو غلام ہو جائے جو اُن کی ذات سے متعلق ہو جائے۔ اُس کے لئے دنیا و آخرت کے سارے کام، ساری پریشانیاں، میں دور کر دیتا ہوں۔ واصلح بالھم ۵ تمام اُن کے کام سنوار دیئے جاتے ہیں۔ تو تمام محنتوں، تمام مجاہدوں، تمام عبادتوں، کا حاصل کیا ہے؟ اللہ کے حبیب ﷺ سے اور آپ ﷺ کی ذات سے محبت پیدا ہو۔

عبادات کا حاصل اس دنیا میں یہ ہے کہ انہیں میرے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے پیار ہو جائے۔

حصول برکات کے لئے اور تصوف وسلوک میں ترقی کے لئے یا قائم رہنے کے لئے بھی یہی شرط عائد ہوتی ہے مشائخ کے ساتھ اُسی طرح سے محبت کرنا پڑتی ہے۔ چونکہ برکات نبوت ﷺ کے امین ہوتے ہیں تو جس شخص کو شیخ کی ذات سے محبت نصیب نہ ہو اُسے یا تو برکات

نصیب نہیں ہوتیں، ہوتی ہیں تو وقتی اور لمحاتی بات ہوتی ہے۔

ہمارے شیخ المکرّم حضرت جیؒ اللہ کا احسان ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں جیسا میں جانتا ہوں کوئی بھی نہیں جانتا ایک ایسی عجیب نابالغہ روزگار ہستی تھی کہ تبع تابعین کے بعد چودہ صدیوں کے اولیاء اللہ میں اُس کی نظیر نہیں ملتی۔ چودہ سو سال میں جہاں بے شمار اللہ کے بندے ہوئے ہم جن کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں لیکن قرب الٰہی میں، منازل سلوک میں اور بہت سے [illegible] میں شاید دوسرے حضرات بہت آگے ہوں گے لیکن جو کرم اللہ کا، قرب الٰہی اور منازل سلوک کا، حضرت جیؒ کو نصیب ہوا، تبع تابعین کے بعد کسی ولی اللہ نے اُن کا ذکر بھی نہیں کیا اور نہ کوئی سمجھ سکا۔ نہ کسی کو نصیب ہوئے۔ اس عظمت کے باوجود آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی بالکل سادہ، عامیانہ اور ایک عام آدمی جیسی تھی۔ کاشتکار تھے، زمیندار تھے، مزارعے تھے، لوگوں سے لین دین تھا، کاروبار کر لیتے تھے۔ طبیب بھی تھے، مولوی بھی تھے، مناظرے بھی ہوتے تھے۔ جلسے بھی ہوتے تھے۔ تقریریں بھی ہوتی تھیں، جس طرح ایک عام آدمی کی زندگی۔ وہی عام سادہ سا لباس، وہی عام سی خوراک، وہی عام سا اُٹھنا بیٹھنا۔ اس عمومی زندگی میں جہاں بہت سے دوست تھے وہاں دشمن بہت زیادہ تھے۔ کچھ فرقے آپ کے خلاف تھے کچھ برادری میں آپ کی ذاتی رنجشیں بھی تھیں۔ ایک عام زندگی آدمی جب جیتا ہے تو اُس طرح لوگوں سے معاملات ہوتے ہیں۔ لوگ اپنا اپنا نظریہ رکھتے کچھ دعا دینے والے بھی تھے۔ کچھ گالیاں دینے والے بھی تھے۔ کچھ اعتراض کرنے والے بھی تھے۔ تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی ذات پر بے شمار اعتراضات ہوا کرتے تھے۔ کبھی آپ نے کسی مسئلے کا فتویٰ دے دیا تو اُس پہ اعتراض کھڑے ہو گئے۔ کبھی کسی نے لین دین پہ جھگڑا کر لیا اُس پر اعتراض کھڑے ہو گئے۔ اللہ کریم کا یہ احسان ہے کہ پچیس برس ربع صدی اللہ نے مجھے رفاقت سے نوازا۔ ربع صدی میں کسی کا کوئی اعتراض میرے نزدیک کبھی کوئی اہمیت حاصل نہیں کر سکا۔ کبھی کوئی ایک رائی برابر اہمیت نہیں ہوتی تھی کہ فلاں بندہ یہ اعتراض کر رہا ہے شاید ایسا ہوا ہو گا کبھی نہیں۔ اس لئے کہ ذات سے تعلق تھا۔ یہ شرط نہیں تھی کہ ذات کیسی ہے؟ اُس سے تعلق رکھو۔ جو تعلق ذات سے ہوتا ہے اُس میں شرطیں نہیں ہوتیں اور جس میں شرطیں ہوتی ہیں وہ تعلق ذات سے نہیں، صفات سے ہوتا ہے کہ فلاں کا رنگ گورا ہے اس لئے میں اُس کے ساتھ پیار کرتا ہوں۔ اب رنگ گورا نہیں رہے گا تو پیار ختم ہو جائے گا۔ ذات سے نہیں ایک صفت ہے کہ فلاں کے پاس پیسے ہیں میری اُس کے ساتھ بڑی دوستی ہے وہ جب پیسے نہیں رہیں گے پھر دوستی بھی نہیں رہے گی۔ تو پیسوں کے ساتھ تو ایک صفت سے تھی۔ فلاں بڑا طاقتور ہے اُس سے میری دوستی ہے۔ جب طاقت نہیں رہے گی تو دوستی بھی نہیں رہے گی۔ جو دوستی ذات سے ہوتی ہے وہ الگ ہوتی ہے کہ وہ خوبصورت ہے یا صورت بدل گئی، وہ جوان ہے یا بوڑھا ہو گیا، وہ طاقتور ہے یا کمزور ہو گیا، وہ امیر ہے یا غریب ہو گیا، تو صفات بدلتی رہتی ہیں۔ ذات تو وہی ہے تو جو دوستی ذات سے ہوتی ہے وہ نہیں بدلتی اُس پہ حرف نہیں آیا۔ الحمدللہ مجھے اپنے شیخ کی ذات سے رشتہ نصیب تھا مجھ پہ کبھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ کبھی کسی بات کا رائی برابر بھی فرق نہیں پڑا کہ کوئی کیا کہہ رہا ہے؟ نہ تب نہ اب۔ معترضین خاموش نہیں ہو گئے۔ ابھی تک اعتراض کئے جا رہے ہیں اور جن لوگوں کو حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں منہ کھولنے کی جرات نہیں تھی آج وہ حضرت رحمتہ اللہ کی تصانیف پہ اعتراض لکھ رہے ہیں۔ لیکن کوئی پرکاہ میری ذات پہ اُن کا اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ رشتہ ذات سے ہے۔

> **ایک ایسی عجیب نابغہ روزگار ہستی تھی کہ تبع تابعین کے بعد چودہ صدیوں کے اولیاء اللہ میں اُس کی نظیر نہیں ملتی۔**

نبی ﷺ کے ساتھ ایمان جو ہے وہ چاہیے وہ مقصود ہے۔ معترض اعتراض کرے، مغرب کے مفکر اعتراض کریں، مکے کے کافر اعتراض کریں، مدینے کے منافق اعتراض کریں، آج کے بے دین اور بے راہ رو فرقے اعتراض

کرتے ہیں بس جو کہتا ہے کہتا رہے لیکن جس کا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے وہ ان سب باتوں سے بالاتر ہو جائے یہ مقصود ہے۔ اور یہی تعلق شیخ سے ہو تو برکات نصیب ہوتی ہیں اور انجام بخیر ہوتا ہے۔ ورنہ ساری کمائیاں لٹنے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ بنانے میں وقت لگتا ہے گرانے میں وقت نہیں لگتا۔ تعمیر میں محنت لگتی ہے تخریب میں نہیں۔ اس آیت کریم نے یہ بتایا کہ جب تک رشتہ ایمان ذات عالی سے نہ ہوگا بات نہیں بنے گی۔ اور ذات عالی تک رسائی غلامی، اتباع، اطاعت اور عبادت سے ہوگی اور ساری عبادتوں کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذات والا صفات سے پیار ہو جائے۔ تعلق بن جائے۔ محبت ہو جائے۔ ایمان کیا ہے؟ رشتہ الفت ہے اور وہ ذات سے چاہیے جب ذات سے ہوگا تو اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ صفات سے ہوگا تو اعتراض کی گنجائش ہے۔ بھئی تم نے امیر سمجھا ہوا ہے آجکل تو وہ مقروض پھرتا ہے۔ میرا تعلق تو نہ اُن کے قرضے سے ہے نہ اُن کی دولت سے ہے میرا تو اُن کی ذات سے ہے تو معترض کیلئے گنجائش نہیں رہے گی۔ جب ذات سے رشتہ ہوگا تو اُس پہ کوئی اعتراض، کوئی وہم، شیطان کے پاس بھی گنجائش نہیں ہوگی کہ اُس کے دل میں کوئی وہم ڈالے۔ صفات کے ساتھ ہوگا۔ تو اوہام کی، اعتراضات کی، گنجائش ہے اس لئے رب جلیل نے آپ ﷺ کا نام نامی لے کر ارشاد فرمایا۔

وامنو بما نُزل علی محمد۔ اس کو مانو جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ اور جسے آپ ﷺ کی ذات سے رشتہ نصیب ہوگیا سارے منازل نصیب ہوگئے۔ کچھ حقیقت نہیں ہے۔ نہ منازل کی، نہ مراقبات کی، ہاں منازل کی تعین اسی اعتبار سے ہے کہ کتنا کتنا کس کو ذات نبی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام سے پیار ہے۔ اب

اللّٰہ کریم کا یہ احسان ھے کہ پچیس برس ربع صدی اللّٰہ نے مجھے شیخ کی رفاقت سے نوازا۔ ربع صدی میں کسی کا کوئی اعتراض میرے نزدیک کبھی کوئی اھمیت حاصل نھیں کر سکا

ہر کے پیار کا رنگ جدا ہے۔ اس کی گہرائی و گیرائی جُدا ہے اُس کی کیفیات جُدا ہیں تو جتنا جتنا جس کو پیار ہے اتنے اتنے اُس کے منازل بھی ہیں، مقامات بھی ہیں، سب کچھ نصیب ہے اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادتوں کو قبول فرما کر عشق نبی ﷺ اور رشتہ الفت کو اس کا اَجر بنادے اور ہمیں نبی کریم ﷺ کی ذات عالی صفات سے وابستہ فرمائے۔

آمین ثم آمین

مراسلات

☆......مولانا سیف اللہ ربانی، کراچی

انہوں نے اخبار المدارس کا ایک اشتہار ارسال کیا ہے۔ اخبار المدارس دینی مدارس کا ترجمان ہفت روزہ ہے۔

() محترم! المرشد آفس اپنے ہفت روزہ کی تبادلہ کاپی ارسال کریں تاکہ اس کے بعد ادارتی بورڈ آپ کے اشتہار کا مناسب فیصلہ کر سکے۔

☆......زاہد رضا، جڑانوالہ

انہوں نے حضرت جیؒ کا نعتیہ کلام ریکارڈ کروانے کی آفر کی ہے موصوف کا تعلق صحافت اور ادب دو سے ہے اور المرشد کا قاری ہے۔

() جناب زاہد صاحب! آپ کو خط کا جواب ارسال کر دیا گیا ہے۔ اس کی راہنمائی میں کوشش کریں۔

☆......بیت القرآن، کراچی

جامعہ بیت القرآن کی طرف یتیم بچوں کیلئے مفت اعلیٰ تعلیم کا اشتہار موصول ہوا ہے۔ طلبا کی عمر 6 سے 8 سال ہونی چاہئے۔ بیت القرآن میں یتیم، غریب اور مالدار دونوں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

() اس سلسلہ میں ان کا ایڈریس درج ذیل ہے۔

جامع بیت القرآن نزد جامعہ ملیہ کالج ملیر

فون- 4508460-4502637

☆......تاج ولی گڑھی، مردان

انہوں نے من الظلمت الی النور مضمون ارسال کیا ہے۔

() جناب! آپ کا مضمون باری آنے پر شائع کر دیا جائے گا۔

دعائے مغفرت

ملک عبدالحفیظ (جڑانوالہ) کے ساتھی کے والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے انتقال کرگئی ہیں ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔